وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں، وہ لو جس سے منع فرمائیں، باز رہو (حشر: ۷)

ضیاء الاسلام

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶، ۵۔ ای، ناظم آباد، کراچی سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

۱۔ نام کتاب	ضیاء الاسلام
۲۔ مصنف	مفتیِ اعظم شاہ محمد مظہراللہ الرحمہ
۳۔ مرتب	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۴۔ طابع	عامر۔ افسر۔ مظہر۔ راشد
۵۔ ناشر	ادارہ مسعودیہ، کراچی
۶۔ طباعت	۱۴۱۸ھ / ۱۹۱۸ء
۷۔ تعداد	ایک ہزار
۸۔ ہدیہ	۵۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ مسعودیہ، ۶/۲، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی، سندھ
۲۔ المختار پبلی کیشنز، ۲۵ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی
۳۔ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، کراچی
۴۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
۵۔ مکتبہ غوثیہ، سبزی منڈی، کراچی
۶۔ شبیر برادرز، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

حرف اول

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م ـ ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) عالم اسلام کے مشہور و معروف عالم و عارف ہیں۔ آپ کی پاکیزہ اور برگزیدہ شخصیت محتاج تعارف نہیں ----- تقریباً ایک صدی قبل آپ نے عقائد و عبادات اور اخلاق سے متعلق طلبہ کے لئے تین رسائل (۱) مظہر العقائد (۲) ارکان دین (۳) مظہر الاخلاق تصنیف فرمائے تھے جو ۱۹۱۲ء میں دہلی سے شائع ہوئے تھے۔ چوں کہ مجموعی طور پر یہ رسائل نہ صرف جوانوں کے لئے بلکہ بزرگوں کے لئے بھی مفید ہیں۔ اس لئے راقم نے تینوں کو یک جاکر کے اس مجموعہ کا نام ضیاء الاسلام تجویز کیا ہے تاکہ قارئین کرام کو ایک ہی جگہ اسلام کے بارے میں ساری ضروری باتیں میسر آجائیں۔ بعض رسائل میں اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے عقائد متزلزل ہو رہے ہیں. وہ عبادات سے غافل ہو رہے ہیں اور اسلامی اخلاق سے عاری ہو رہے ہیں گویا بشری خوبیوں سے محروم ہو رہے ہیں اس لئے ضیاء الاسلام کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت ہے بلکہ دوسری زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہو جائیں تو بہت مفید ہوں گے۔ بفضلہ تعالیٰ عزیزہ فاطمہ مسعودی (لاہور) نے کام کا آغاز کر دیا ہے اور مظہر العقائد کا انگریزی ترجمہ مکمل کر لیا ہے. ارکان دین کا انگریزی ترجمہ جناب قدیر محمد قریشی (سیشن جج) نے مکمل کر لیا ہے۔ مظہر الاخلاق کا ترجمہ فاطمہ مسعودی کر رہی ہیں۔ انشاء اللہ یہ تینوں ترجمے لائٹ آف اسلام. کے نام سے شائع ہوں گے-----

الحمدللہ ادارہ مسعودیہ. کراچی ضیاء الاسلام کی اشاعت کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۹۲ء میں قائم ہوا اور مختصر مدت میں تقریباً ۶۰ کتابیں شائع کر چکا ہے۔ جو ایک لاکھ سے زیادہ تعداد میں چھپ چکی ہیں۔ مولائے کریم ادارہ کے اراکین و معاونین کو استقامت کے ساتھ ساتھ اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین. رحمۃ للعالمین و علی آلہ و ازواجہ وصحبہ وسلم۔

احقر محمد مسعود عفی عنہ

۲ / ۱۷ ـ سی. پی ـ ای ـ سی ـ ایچ سوسائٹی

کراچی ـ سندھ

۱۸ رجب المرجب ۱۴۱۸ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۹۷ء

فہرس

(ا)

عقائد

ابتدائیہ

(۲)

عبادات

Marfat.com

(۳)

اخلاق

پہلا باب

اخلاق و رذائل

دوسرا باب

آداب زندگی

تیسرا باب

پہلا حصّہ
عقائد

ابتدائیہ

واضح ہو کہ جو باتیں دین کی اصل سے متعلق ہیں ان کو عقائد کہتے ہیں۔ اس میں اللہ کی ذات و صفات اور دوسری معلومہ باتوں کو ثابت کرنے کے متعلق گفتگو ہوتی ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ ہر انسان اپنی تحقیق سے خدا اور اس کے دین کو پہچانے اور آنکھیں بند کر کے بغیر سوچے سمجھے دین کی پیروی نہ کرے۔

خدا تعالیٰ نے ہم کو پانچ قوتیں دی ہیں۔ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں۔ بہت سی باتیں ان کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں لیکن بہت سی ایسی باتیں بھی ہیں جو ان قوتوں سے معلوم نہیں ہوتیں جیسے یہ بات کہ یہ دنیا ہمیشہ سے نہیں ہے تو ایسی چیزوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے تاکہ معلوم چیزوں کے جوڑ توڑ سے ہم نامعلوم باتیں دریافت کر لیں۔

بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کو نہ حواس معلوم کر سکتے ہیں اور نہ عقل، تو اس کے معلوم کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے ان دو ذرائع سے ایک ایسی ہستی کو معلوم کر لو جس کا جھوٹ بولنا ممکن نہ ہو اور جس کو جھوٹ بولتے کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو پھر جو کچھ وہ بتا دے اس کو ایسا سمجھو کہ جیسا تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔

اب ایسی چیز اللہ کی ذات ہے جس کو ہم نہ حواس سے معلوم کر سکتے ہیں اور نہ عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔ البتہ ان دو ذریعوں سے اس کے آثار اور نشانیوں کا پتہ لگا سکتے ہیں اور اس مقام پر پہنچ سکتے ہیں جہاں ذرا سی ہدایت سے منزل تک پہنچ جائیں اور یہ ہدایت اس کے رسولوں سے مل جاتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اپنے معجزات دے کر

بھیجتا ہے' ورنہ تو ہر کس و ناکس نبوت و رسالت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
مثلاً ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کو دوسرے بہت سے معجزات کے علاوہ بے داغ سیرت مبارک اور قرآن کریم دے کر بھیجا۔ ایسی بے داغ سیرت کا وجود یقیناً ایک عظیم معجزہ تھا جس نے تمام اہل عرب اور بعد میں سارے عالم کو متاثر کیا اور معجزۂ قرآن نے ان کے زبان دانی کے فخر کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور وہ بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں' یہ تو رب کا کلام ہے جو کسی فرشتے کے ذریعے آیا ہے۔ یہ یقیناً سچا ہے کہ لانے والا بھی ایسا سچا ہے کہ اس نے کبھی دنیاوی معاملے میں بھی جھوٹ نہ بولا' پھر یہ دین کے معاملے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟
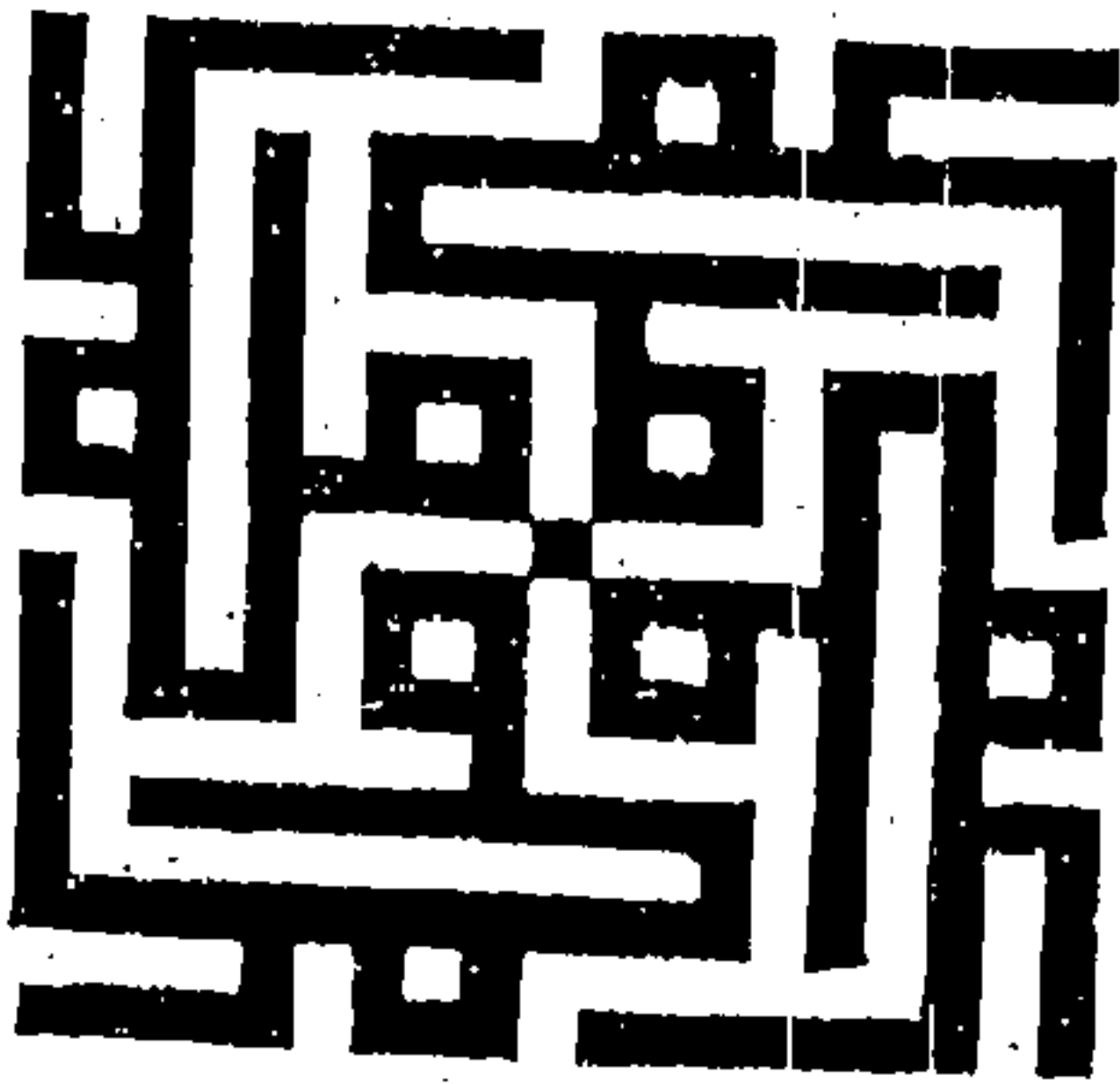
مذہب

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا یہ لوگ حق پر ہیں؟

جواب:- حقیقت میں مذہب سے اس وقت بے زاری کا اظہار کیا جاتا ہے جب مذہب کو اس صورت میں پیدا کیا جاتا ہے کہ اس کو ہماری ضرورت ہے اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ سچا مذہب تو وہی ہے جس کو انسان کی ضرورت نہ ہو بلکہ انسان کو اس کی ضرورت ہو۔ مشرق و مغرب کے مفکرین اور انقلابیوں کے حالات پڑھیں گے تو معلوم ہو گا کہ ان سب نے دین وحید اسلام سے استفادہ کیا ہے' اس سے اندازہ ہو گا کہ انسان کو مذہب کی کتنی ضرورت ہے اس لئے مخالفین حق پر نہیں۔

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ دہریہ جن کا کوئی مذہب نہیں نہایت کامیاب زندگی گزار رہے ہیں تو پھر مذہب کی کیا ضرورت رہی؟

جواب:- یہ خیال غلط ہے کہ دہریوں کا کوئی مذہب نہیں' دراصل مذہب ان افکار و خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جن پر زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ یہ بنیاد کسی نہ کسی شکل میں دہریوں کے پاس بھی ہے سو یہی ان کا مذہب ہوا۔ اسی کے لئے وہ جیتے ہیں اور اسی کے لئے وہ مرتے ہیں۔ کسی مشترکہ دستورالعمل کے بغیر ترقی کرنا تو کجا زندہ رہنا مشکل ہے۔

اصل میں دہریہ لوگ وہ احسان فراموش ہیں جو مذہب کے افکار و خیالات سے فائدہ تو حاصل کرتے ہیں مگر اس سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے اصول و ضوابط میں احادیث نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم اور آیات قرآنی کے ہوبہو ترجمے تک مل جائیں گے لیکن چونکہ یہ باتیں انھوں نے نقل کی ہیں اس لئے انہیں کی سمجھی جاتی ہیں اور ترقی کا اصلی راز عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے۔

نیکیوں اور انسانی فائدوں کا علم دو طرح ہوا ہے۔ ایک مذہب کے ذریعہ اور دوسرے تجربے کے ذریعہ لیکن دراصل یہ مذہب ہی ہے جس نے سب سے پہلے انسان کو نیکیوں کی طرف متوجہ کیا پھر اس نے تجربہ کی روشنی میں اس کو پرکھا اور صدیوں بعد اس کی حقیقت آشکار ہوئی۔ اب اگر کوئی انسان نیکیوں کو اپناتا ہے تو غیر شعوری طور پر مذہب کو اپناتا ہے خواہ وہ مانے نہ مانے مگر وہ مذہب کا احسان مند ہے۔

سوال:۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:۔ کم سے کم مذہب اسلام کے لئے یہ بات صحیح نہیں کیوں کہ اس کی بنیاد حکمت پر ہے۔ ہاں اگر اس اعتبار سے یہ بات کہی جائے کہ عقل جس بات کو صدیوں میں دریافت کرتی ہے، وحی آن کی آن میں بتا دیتی ہے اس لئے عقل پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے تو صحیح ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے "ہوائی جہاز موجود ہے کار میں نہ جایئے" تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ منزل تک کار میں نہیں پہنچ سکتے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ایسا ذریعہ موجود ہے جو آن کی آن میں پہنچا دے تو کیا ضرورت ہے کہ وقت بھی ضائع کریں اور تکلیف بھی اٹھائیں!

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذہب اندھی تقلید کا نام ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

جواب:۔ "اندھی تقلید" کے بغیر تو زندگی میں چارہ نہیں۔ دنیا کے بے شمار ملکوں اور شہروں کو اپنی آنکھوں سے کس کس نے دیکھا ہے لیکن سب ہی یقین کرتے ہیں اور کوئی نہیں کہتا کہ پہلے دکھاؤ تب مانیں گے۔ اسی طرح بہت سے تاریخی حقائق پر بغیر دیکھے یقین کر لیتے ہیں اور بہت

سے سائنسی حقیقتوں کو بھی بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں ــــ اگر یقین کے لئے دیکھنا شرط ہے تو چاہیے کہ کسی بات کو بھی بغیر دیکھے نہ مانیں لیکن اگر ہم نے اس پر اصرار کیا تو خود ہمارا وجود مشکوک ہوئے جاتا ہے۔ کس نے اپنے والدین کو بچشم خود دیکھا ہے، لوگوں کے کہے پر یقین کر لیا گیا ہے۔ اس مرحلے پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر متواتر خبریں ملیں اور سچی شہادتیں میسر آ جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دیکھنے پر اصرار کیا جائے، یہ "اندھی تقلید" نہیں، دانشمندی ہے۔

پھر جب ہم اتنے فراخ دل ہیں کہ جھوٹے سچے لوگوں کی اطلاعات پر بھروسہ کر لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان لوگوں کی اطلاعات پر یقین نہ کریں جن کی سیرتیں بے داغ اور جن کا کردار آفتاب کی طرح روشن اور تابناک ہے۔ صرف اس ایک طفلانہ ضد کی وجہ سے کہ جو کچھ تم بتاتے ہو ہم نے نہیں دیکھا!

سوال:۔ دنیا میں تو بہت سے ادیان و مذاہب ہیں لیکن سچا دین کون سا ہے؟

جواب:۔ تخلیق عالم سے لے کر اب تک دین تو ایک ہی رہا ہے اور وہ اسلام ہے۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایک ہی تھی ــــ لیکن ہوا یہ کہ پیغام لانے والے کو یاد رکھا گیا اور اس مرکز علم و حکمت کو فراموش کر دیا گیا جہاں سے پیغام آیا تھا اس طرح ہر نبی اور رسول سے ذاتی چسپدگی کی وجہ سے مختلف ادیان و مذاہب وجود میں آئے اور اختلاف کی صورت پیدا ہوئی۔

یہ تو دین و مذہب کی بات ہے لیکن اگر دنیا میں ایک بادشاہ اپنے وزیراعظم کا تقرر کرے۔ پھر اس کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا مقرر کرے تو رعایا پر واجب ہے کہ ہر آنے والے کا حکم مانے لیکن اگر اس نے ہر وزیراعظم سے اپنی اپنی وفاداریاں وابستہ کر لیں اور بادشاہ

کو بھلا دیا تو پورے ملک میں انتشار کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے دانائی یہی ہے کہ بادشاہ مطلق پر نظر رکھی جائے ہر آنے والے کا حکم مانا جائے اور ہر جانے والے کا احترام کیا جائے۔

سوال:۔ اسلام کی سچائی اور حقانیت کی کیا دلیل ہے؟

جواب:۔ دلیلیں تو بہت سی ہیں مگر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام کی کسی بات کو عقل نے ابھی تک نہیں جھٹلایا بلکہ جوں جوں سائنس ترقی کرتی جاتی ہے اسلام کی تصدیق ہوتی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اسلام نے جس انداز، جس لب و لہجہ اور جس زبان میں اپنا پیغام دیا تھا وہ بات چودہ سو برس گزر جانے پر اب تک کوئی پیدا نہ کر سکا اور قرآن کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا کہ "اگر تم سے بن پڑے تو قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ" ـــــ یہ ایک ایسی انوکھی دلیل ہے جس کی نظیر علم و حکمت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

سوال:۔ دین و شریعت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ دین سے مراد مذہب کے وہ بنیادی اصول ہیں جن کی ہر نبی اور رسول نے تعلیم دی ہے مثلاً خدا کی توحید، اس کی صفات، انبیاء کی بعثت، خالص خدا کی عبادت، انسانی حقوق، اخلاق، جزا و سزا وغیرہ ـــــ اور شریعت سے مراد وہ جزئیات احکام ہیں جو ہر قوم و مذہب کے زمانی و مکانی خصوصیات کے سبب بدلتے رہے ہیں مثلاً عبادت الٰہی کے طریقے اور اعمال فاسدہ کے انسداد کی تدابیر وغیرہ

سوال:۔ کیا دین اور دنیا الگ الگ ہیں؟

جواب:۔ اس تفریق نے نوع انسانی کو گمراہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرق کو مٹایا اور یہ بتایا کہ اگر اللہ کے لئے دنیا کے کام کئے جائیں تو وہی دین ہے۔ گویا دین کی حقیقت اخلاص عمل ہے اگر یہ پیدا ہو گیا تو دین ہی دین ہے ورنہ دین بھی دنیا ہے۔ اسی لئے آپ نے حکومت و سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا بلکہ دین پر اس کی بنیاد رکھی اور

یہ واضح کر دیا کہ دین و دنیا الگ الگ نہیں۔

سوال:۔ عبادت کا مقصد کیا ہے؟

جواب:۔ عبادت کا تصور دوسرے ادیان و مذاہب میں کچھ ایسا ہے کہ وہ ایک ایسا عمل ہے جس کی انسان کو نہیں بلکہ خدا کو ضرورت ہے لیکن دین اسلام میں یہ واضح کر دیا گیا کہ خدا غنی ہے اور اس کو کسی شئے کی حاجت نہیں اس لئے عبادت کی ہم کو ضرورت ہے' اس کو نہیں اور جہاں اشارۃ یا کنایۃ اظہار کیا ہے تو دراصل ہماری ضرورت ہی کا اظہار کیا ہے جو کمال شفقت و رحمت ہے۔

قرآن کریم میں ہم سے پہلے دنیا کی بھلائی کی دعا کرائی اور پھر آخرت کی بھلائی' کیوں کہ آخرت کی بھلائی دنیا کی بھلائی پر منحصر ہے تو عبادت کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنی دنیا ٹھیک کر لے تاکہ اس کی عاقبت ٹھیک ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی مطلق ضرورت نہیں۔ وہ بے نیاز ہے ـــــ سورۂ اخلاص میں نیازمندی کی تمام صورتوں کی نفی کر دی ہے ـــــ فرمایا "وہ ایک ہے" کہ دو ہوتے تو دوسرے کا نیازمند ہونا پڑتا ـــــ "وہ بے نیاز ہے" کہ نیازمند ہوتا تو حکومت کس طرح چلاتا ـــــ "نہ اس سے کوئی پیدا ہوا" کہ پیدا ہوتا تو زندگی کے ایک مرحلے پر اولاد کی اعانت کی ضرورت ہوتی ـــــ "نہ وہ کسی سے پیدا ہوا" کہ ولادت کے پہلے مرحلے میں والدین کی شفقت کی حاجت ہوتی ـــــ "اس کا کوئی مثل نہیں" کہ مثل ہوتا تو اس کو بنائے رکھنے کی ضرورت رہتی تاکہ نظام عالم میں بدنظمی نہ ہو۔

الغرض اضطراری احتیاجات کی جتنی صورتیں تھیں سب کی نفی فرما دی اور اختیاری احتیاجات کو اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ جو اضطراری احتیاجات سے پاک و منزہ ہے لامحالہ وہ اختیاری احتیاجات سے پاک و

منزہ ہو گا' تو ایسے بے نیاز کو نیاز مند کیسے کہا جا سکتا ہے' بلاشبہ عبادت کے سارے فائدے ہمارے ہی لئے ہیں۔

اللہ اکبر

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

علامہ اقبال

کتبہ خورشید گوہر قلم الخطاط لاہور ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۶ء

عقیدہ

سوال:۔ عقیدہ کس چیز کا نام ہے؟

جواب:۔ عقیدہ تصورات کا مجموعہ اور فکر کا وہ خاص معیار ہے جس کے ذریعہ ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کوئی خاص عمل اجتماعی طور پر ہمارے لئے مفید ہے یا مضر' عقیدے کے وجود میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان میں، کسی نہ کسی قسم کا اجتماعی شعور موجود ہو جو اس کو ذاتی اغراض اور منافع سے بلند کر دے۔ کیونکہ قومیں صرف مادی وسائل کی بناء پر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ ان کے اندر فکری اتحاد ضروری ہے۔ یہی فکر جس کا دوسرا نام عقیدہ ہے قوم کی روح ہے۔

خدا اور بندے کے درمیان جو رشتہ ہے اس کا تعلق ذہنی قوتوں اور قلبی حالات سے ہے۔ اسلام میں اسی کو "عقیدہ" کہتے ہیں۔

(الف) اگر یہ تعلق ہمارے جسم و جان اور مال و جائداد سے ہے تو اس کا نام "عبادت" ہے۔ یا انسان اور انسان اور دوسری مخلوقات کے درمیان جو تعلق ہے اس حیثیت سے احکام نازل ہوئے۔

(ب) تو اگر اس کی حیثیت قانون کی ہے تو معاملہ ہے۔

(ج) اگر روحانی نصیحتوں اور برادرانہ ہدایتوں کی ہے تو وہ اخلاق ہے۔

سوال:۔ اسلام میں عقائد کی اصل کیا ہے۔

جواب:۔ اصولی عقیدہ تو خدا پر ایمان ہے پھر پانچوں عقیدے اسی ایک

میں مٹانے کے بجائے انہیں ایک وسیع تر معاشرہ کا رکن بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے ان کے مادی وجود کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات ان کی مادی اور اخلاقی حیثیت اور بہتر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہندوستان ہی کو لیجئے جہاں مسلمانوں نے برسہا برس حکومت کی ہے' تعجب خیز بات یہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کے دارالخلافہ رہے وہاں غیر مسلم آبادی کثرت میں ہے اور خوش حال۔ اس سے اس بات کا تاریخی ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں کو مٹایا نہیں ہاں ان کے مادی اور روحانی حالات کو ضرور بدلا ہے۔

سوال:۔ اسلامی عقیدے میں پھر مومن اور کافر کی تفریق کیوں ہے؟

جواب:۔ مذہب کی بناء پر جو تفریق کی جاتی ہے وہ عقل اور فطرت کے مطابق ہے اور محض جغرافیائی حوادث یا اتفاق پیدائش پر مبنی نہیں —— قومی اور نسلی بنیادوں پر جو امتیازات قائم کئے جاتے ہیں وہ مستقل اور دائمی ہوتے ہیں اس سے آگے چل کر نوع انسانی کا مجموعی مفاد متاثر ہوتا ہے۔

مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے ایسے امتیازات نے قبیلوں کو برسہا برس سے ایک دوسرے کا دشمن بنا رکھا تھا لیکن اسلام نے آکر ان کو شیر و شکر کیا' اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اول الذکر امتیازات غیر فطری تھے اور موخر الذکر امتیازات فطری۔ اسی لئے نوع انسانی نے مجموعی حیثیت سے قبول کیا۔

جغرافیائی بنیادوں پر اتحاد میں کوئی لچک نہیں۔ انسان خواہ کتنا نیک و شریف ہو اگر باہر سے اس دیس میں آکر بسا ہے تو بیگانہ ہی سمجھا جائے گا۔ جغرافیائی کے بعد علاقائی' نسلی اور لسانی تعصبات جنم لینے لگتے ہیں اور یہ اتحاد خواب و خیال بن کر رہ جاتا ہے —— غور کیجئے باہر سے کوئی کسی علاقے میں آجائے تو اس کو وہاں کا نہیں سمجھتے غیر ہی جانتے ہیں۔ کسی کی زبان آپ سیکھ لیں تو ہرگز اہل زبان اپنے ساتھ نہ ملنے دیں گے

اور شادی بیاہ کر کے دوسری نسلوں سے اختلاط پیدا کیا جائے تو پھر بھی وہ اپنا نہ سمجھیں گی۔ مگر یہ دین اسلام ہے کہ جب کوئی اس دین میں داخل ہوتا ہے تو وہ غیر نہیں' اپنا ہے اور اتنا ہی محترم ہے جس طرح دوسرے محترم ہیں۔ یہ دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ جب کوئی آتا ہے گرمجوشی سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔۔۔۔ اس کے نزدیک سب برابر ہیں۔ سب کے حقوق مساوی' ذرہ برابر فرق نہیں۔

سوال:۔ کیا عقیدہ کا تعلق عمل سے بھی ہے؟

جواب:۔ عمل ہی سے تو اس کا تعلق ہے' عقیدہ ایک نظریہ ہے اور زندگی اس کی عملی تعبیر و تشریح گویا عقیدہ سراسر عمل کے لئے ہے۔ اسلام میں عقیدہ زندگی سے علیحدہ کوئی چیز نہیں' البتہ انسان کے بنائے ہوئے دوسرے عقائد میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عقیدہ زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ زندگی عقیدے کے لئے بنی ہے' عقیدہ زندگی کے لئے نہیں۔

سوال:۔ کیا انسانی زندگی میں عقیدے کی کوئی اہمیت ہے؟

جواب:۔ جی ہاں' عقیدہ انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے لئے عقیدہ کا وجود بے حد ضروری ہے' ایک مشترکہ عقیدہ ہی وہ رشتہ ہے جو ایک جماعت کے افراد کو اخوت کے رشتوں میں منسلک کرتا ہے۔ جس قوم میں عقیدہ کی جتنی پختگی ہو گی اتنی ہی زیادہ وہ باعمل' ترقی پذیر اور فتح مند و غالب ہو گی۔ ایسی قوم کو جس میں کوئی طاقتور عقیدہ نہ پایا جاتا ہو دوسری قومیں آسانی سے غلام بنا لیتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں آمنے سامنے ایک ہی نسل' ایک ہی قبیلے اور ایک خون اور زبان کے لوگ ہوتے تھے مگر فتح و کامرانی مسلمانوں کو ہوتی تھی اس کی وجہ یہی عقیدہ کی پختگی اور دین کی محبت تھی۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر ان کامیابیوں کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

انسانی زندگی میں عقیدہ اس لحاظ سے بھی بڑا اہم ہے کہ اس سے انسانی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔ مصیبت و الم میں بھی اس کے قدم نہیں لڑکھڑاتے بلکہ اس میں اس کو لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے جو مادی ترقیوں سے ہرگز میسر نہیں آ سکتی۔

۔ حاشیہ صفحہ ۱۱ــــ یہاں غیر منقسم ہندوستان مراد ہے جس میں پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش شامل تھے۔

اللہ

سوال:۔ اللہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ اس ذات اقدس کا نام ہے جو قدیم ازلی اور ابدی یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسی طرح اس کی صفات کاملہ بھی قدیم ہیں اور غیر محدود وہ ہر ناقص صفت سے پاک و منزہ ہے' وہ خالق ہے مخلوق نہیں' حاجت روا ہے محتاج نہیں۔

(جس طرح اس کی ذات لامحدود ہے اسی طرح اس کی صفات بھی لامحدود ہیں اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے اور صحیح تعریف اس وقت کی جا سکتی ہے جب احاطہ کیا جا سکے۔)

سوال:۔ اللہ کی ذات کا کیا ثبوت ہے؟

جواب:۔ اللہ کے وجود کی سب سے بڑی نشانی تو خود انسان ہے' اس کے علاوہ یہ کائناتی نظام جو حیرت انگیز ضابطے اور قاعدے کے تحت چل رہا ہے اور ذرا گڑبڑ نہیں' اگر قاعدے کے تحت نہ چلتا تو یقیناً کوئی خالق نہ ہوتا' عقل یہ تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ ایک خودکار نظام میں یہ حیرت ناک نظم و ضبط ہو۔

سوال:۔ اچھا یہ تسلیم بھی کر لیں کہ وہ موجود ہے تو یہ بات کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ بغیر بنائے وجود میں آ گیا؟

جواب:۔ کائنات پر نظر ڈالیں گے تو دو قسم کے موجودات نظر آئیں گے ایک وہ جو اپنے وجود میں کسی غیر کے محتاج ہیں اور دوسرے وہ جو محتاج نہیں۔ مثلاً انسانی جسم میں دل ایک ایسا وجود ہے کہ سارے اعضاء

و اعصاب اس کے محتاج ہیں اور وہ ان اعضاء میں سے کسی کا محتاج نہیں خود حرکت کرتا ہے اسی لئے دل کے متعلق کہا گیا ہے۔

قلب المومن عرش اللہ

مومن کا دل عرش الٰہی ہے یعنی اس بظاہر خود بخود حرکت کرنے والے کا بھی ایک محرک ہے۔ دل کی حرکتیں اور دھڑکنیں اللہ کی ذات کا پیہم اعلان کر رہی ہیں۔

سوال:۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بغیر بنائے موجود ہو گیا لیکن اس کے وجود کا علم ہمیں کیسے ہوا۔ نظر تو آتا نہیں' لوگ دلائل بیان کر کے خاموش تو کر دیتے ہیں مگر دل کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا' کوئی ایسی بات بتائیں جس سے دل مطمئن ہو جائے۔

جواب:۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اس کے ذکر میں اطمینان و سکون ہے۔ پس ایسی ہستی کو اس انداز سے سمجھا جا سکتا ہے جس سے اطمینان و سکون میسر آ جائے۔

کسی شئے کی حقیقت اور وجود کو سمجھنے کے لئے کئی طرح سے یقین حاصل کیا جاتا ہے۔ دیکھ کر' سونگھ کر' چکھ کر' چھو کر' سن کر اور سمجھ کر ـــــ دھوپ دیکھتے ہی آفتاب کا یقین ہو جاتا ہے اور کوئی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ آفتاب دکھاؤ پھر ہم مانیں گے ـــــ خوشبو سونگھتے ہی اس کا وجود تسلیم کر لیا جاتا ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ خوشبو دکھاؤ جب ہم مانیں گے ـــــ چکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ آم میٹھا ہے اور لیموں کھٹا ہے مگر کوئی نہیں کہتا کہ آم کی مٹھاس اور لیموں کی کھٹاس دکھاؤ تب ہم مانیں گے ـــــ مریض کی نبض پر ہاتھ رکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو بخار ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ پہلے بخار دکھاؤ پھر ہم مانیں گے ـــــ نغموں کی آواز آتے ہی فضائے بسیط میں ان کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے لیکن کوئی نہیں کہتا کہ ہم کو دکھاؤ تب ہم تسلیم کریں گے۔

ہزاروں میل کی مسافت پر واقع شہروں اور ملکوں کے وجود کو ہماری

عقل تسلیم کرتی ہے اور کوئی عقلمند یہ نہیں کہتا کہ پہلے ان شہروں اور ملکوں کو دکھاؤ پھر ہم مانیں گے۔۔۔ لوگوں نے متواتر ان کے وجود کی خبریں دی ہیں پھران کی تشریحات سنیں تو یقین کامل حاصل ہو گیا۔۔۔

ہم دنیا کی بہت سی ان دیکھی حقیقتوں کو شعوری طور پر تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں' ان حقیقتوں کو بھی جن کو دیکھنے کی ہم قدرت رکھتے ہیں لیکن اس لئے تسلیم کر لیتے ہیں کہ ہماری عقل ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اتنے سارے لوگ ان شہروں اور ملکوں کی پے در پے خبریں دے رہے ہیں' یہ بات ہرگز غلط نہیں ہو سکتی اور ریڈیو اور ٹیلی وژن پر جو پیغام سنے جا رہے ہیں اور جو مناظر دیکھے جا رہے ہیں غلط نہیں ہو سکتے بلکہ یہ پیغامات اور مناظر تو ان سابقہ خبروں کی توثیق و تصدیق ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جلیل القدر انسانوں نے جن کی سیرتیں بے داغ تھیں اور جنہوں نے کبھی دنیاوی معاملات میں بھی جھوٹ نہ بولا تھا یہ خبر دی کہ خدا موجود ہے' یہ خبرپے در پے ملتی رہی اور برابر پیغامات بھی ملتے رہے ۔۔۔ یہاں بھی عقل وہی بات کہتی ہے جو پہلے کہہ چکی تھی یعنی یہ کہ اتنے سارے نیک اور صالح لوگ جھوٹ نہیں بول سکتے' جو خبر دیتے ہیں بے شک صحیح ہے اور پھر جب اس جناب عالی سے صحیفے اور کتابیں اترتی ہیں تو اور یقین ہو جاتا ہے۔

اب جو شخص خدا کا وجود تسلیم نہیں کرتا اس سے پوچھئے کہ کیا یہ بات معقول ہے کہ جھوٹے اور مشکوک لوگوں کی خبروں پر تو دل و جان سے یقین کرو اور وہ حضرات جن کی زندگیاں پاک صاف اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں ان کی دی ہوئی خبروں کو جھوٹا جانو اور ان کی خبروں پر بالکل بھروسہ نہ کرو۔ بے شک اگر پہلی خبریں بھروسے کے لائق ہیں تو یہ خبریں بھی بھروسے کے لائق ہیں اور اس کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ ہم ان خبروں پر بھروسہ کر کے خدا کے وجود کا اقرار کریں خصوصا جب کہ

یعنی آثار اور غیبی پیغامات بھی اس کی شہادت دے رہے ہیں اور دل خود بخود جھکنے کے لئے بے قرار ہوا جاتا ہے' درد و مصیبت میں تو ایک ان دیکھی قوت کی طرف لپکنے لگتا ہے ـــــ اگر صرف آنکھ پر بھروسہ کیا گیا تو پھر زندگی کی بہت سی حقیقتوں کو جھٹلانا پڑے گا اور بہت سی حقیقتیں مشکوک ہو جائیں گی ـــــ کس انسان نے اپنے والدین کو دیکھا ہے؟ دوسروں نے کہا اور اس نے یقین کیا۔ جب ہم معاشرتی زندگی میں والدین کی حقیقت کو بے دیکھے تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس کائناتی زندگی میں خدا کی ہستی کو کیوں نہ تسلیم کریں خصوصاً جبکہ قدم قدم پر مظاہر موجود ہوں۔

جب ہم سونگھ کر' چکھ کر' چھو کر' سن کر اور سمجھ کر ان دیکھی چیزوں کو تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر خدا کے معاملے میں یہ اصرار کیوں کہ دکھاؤ پھر ہم مانیں گے' بے شک وہ نظر بھی آ سکتا ہے مگر تاب و طاقت تو ہو ـــــ جن میں طاقت تھی انہوں نے دیکھا بھی ہے ـــــ ہماری حالت یہ ہے کہ ایک آفتاب کو نصف النہار کے وقت نہیں دیکھ سکتے۔

اگر ہم خلا میں زندگی بسر کرتے اور ہمارے چاروں طرف رنگا رنگ مناظر نہ ہوتے تو شاید خدا کے وجود سے واقف ہونا مشکل ہو جاتا لیکن اب جبکہ اطلاعات اور پیغامات کے ساتھ ساتھ قدم قدم پر گل کھلے ہیں تو خدا کے وجود کو معلوم کرنا ذرا مشکل نہیں بس سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہی سمجھ جس کے ذریعے انسان نے بے معنی چیزوں میں معنی تلاش کئے ہیں' خدا شناسی کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں۔

سوال:۔ توحید کے بنیادی اصول کیا ہیں؟

جواب:۔ اس کی بنیاد تو خدائے واحد کی ذات اقدس اور اس پر ایمان و یقین ہے۔ یہ یقین خود انسان کی فطرت میں پوشیدہ ہے' قرآن کریم نے قدرت کے عجائبات' کائنات کے نظم و نسق اور کائناتی حکمتوں کو تفصیل سے بیان کر کے انسانوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے؟ مثلاً کشتیوں اور

جہازوں کا بے تکان سمندر کی سطح پر چلنا' پرندوں کا ہوا میں اڑنا' پانی برسنا' مردہ زمین کا زندہ ہو جانا' انسان کی رنگا رنگ زبانیں' قسم ہا قسم رنگ' مختلف نسلیں' روشن آفتاب' چمکتا ماہتاب اور دمکتے ستارے' غمزدوں کی فریادرسی' مظلوموں کی دادرسی' دن کے بعد رات' رات کے بعد دن وغیرہ۔

سوال:۔ کیا پچھلے مذاہب نے بھی توحید کی تعلیم دی تھی؟

جواب:۔ تمام مذاہب کی روح تو صرف ایک ہی ہے یعنی اسلام اور اس کی تعلیم کی بنیاد توحید ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ کی کوئی شکل و صورت بھی ہے؟

جواب:۔ اس کی کوئی شکل صورت نہیں' وہ جسم سے پاک ہے۔ وہ تو خود جسموں کو پیدا کرتا ہے پھر کیسے جسم ہو سکتا ہے؟

سوال:۔ قرآن و حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء ہیں۔

جواب:۔ بے شک ایسی آیتیں اور احادیث موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پیر اور چہرہ وغیرہ ہیں لیکن اس کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے۔ البتہ بعض علماء نے آنکھ سے اس کا نور ہونا' ہاتھ سے اس کا فیاض ہونا اور پیر سے اس کا حاضر و ناظر ہونا مراد لیا ہے۔

سوال:۔ خدا کی کتنی صفات ہیں؟

جواب:۔ صفات تو بے حد و حدود ہیں کہ وہ غیر محدود ہے۔ اکثر صفات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں جس کو سمجھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس کو پڑھیے اور غور و فکر کیجئے۔ حدیث پاک میں خدا کے ۹۹ صفاتی نام آئے ہیں مگر حقیقت میں اس کے نام لا محدود ہیں۔ ان اسماء صفات میں جمالی بھی ہیں' جلالی بھی اور کمالی بھی ہیں۔

سوال:۔ کیا خدا کے بندے اس کی صفات کا آئینہ ہیں؟

جواب:۔ بے شک اس کی صفات کا آئینہ ہیں۔ اس نے اپنی صفات کاملہ سے حیثیت و صلاحیت کے مطابق حصہ دیا ہے' وہ حئی ہے ہمیں

بھی زندگی دی، وہ قادر ہے ہمیں بھی قدرت دی، وہ علیم ہے ہمیں بھی علم دیا، وہ عالم الغیب ہے بعض برگزیدہ بندوں کو علم غیب بھی دیا خصوصاً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات میں داخل ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ داخل ہیں جیسے دھوپ کہ آفتاب کی حقیقت میں داخل ہے گو خارج معلوم ہوتی ہے یا جیسے موجیں کہ سمندر کی حقیقت میں داخل ہیں اگرچہ خارج معلوم ہوتی ہیں۔

سوال:۔ عقیدۂ توحید نے انسانی زندگی میں کیا انقلاب پیدا کیا؟

جواب:۔ عقیدۂ توحید نے عبادت کے عام مفہوم کو بالکل بدل دیا اور اس میں اتنی وسعت اور گہرائی پیدا کر دی کہ عملی اور فکری زندگی کا کوئی گوشہ اس کے دائرے سے باہر نہیں رہا۔ عبادت کے ایسے تصور سے دوسری قومیں بالکل نا آشنا تھیں۔

اس کے علاوہ اس عقیدے نے انسان کو اس کی اپنی عظمت سے آگاہ کیا اور یہ بتایا کہ کائنات اس کے لئے ہے، وہ کائنات کے لئے نہیں ہے ــــ وہ صرف اللہ کے لئے ہے ــــ اس طرح انسان زمین کی پستیوں سے بلند ہوا ــــ اب زمین پر سجدے زمین کے لئے نہیں ہوتے بلکہ خدا کے لئے ہوتے ہیں۔

وہ انسان جو شجر و حجر اور خود اپنے بنائے ہوئے بتوں کے آگے جھکا کرتا تھا اس کو صرف ایک ہستی کے آگے جھکا کر خودداری اور غیرت کا سبق سکھایا ــــ اور اس کی بکھری ہوئی ذہنی اور عملی قوتوں کو یکجا کر کے حیرت انگیز قوت بخشی۔

انسان اس بندگی تک کئی منزلوں سے گزرا ــــ کائنات اور اس کے عجائبات کو دیکھ کر مبہوت ہوا تو ہر عجیب و مہیب اور قوی چیز کی پرستش کی ــــ کائنات سے نظر ہٹی تو اپنی طرف متوجہ ہوا اور انسان سے خدا بن بیٹھا اور لوگ اس کو سجدہ کرنے لگے ــــ پھر جب خدا کی طرف

متوجہ ہوا تو خود کو بھلا دیا—— پھر خدا کے جلووں میں خود کو دیکھا تو حقیقت آشکار ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ کون کس کا بندہ ہے اور کون کس کا خالق ہے؟—— یہی دریافت تھی جس نے عالم انسانیت میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔

سوال:۔ کیا عقیدۂ توحید کی کمزوری سے انسانی زندگی پر کچھ اثر پڑتا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں، بہت زبردست۔ یہ عقیدہ کمزور ہو جائے تو انسان مختلف فکری اور عملی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے—— مملکت پرستی، علم پرستی، ثقافت پرستی، آثار پرستی، نسل پرستی وغیرہ——

سوال:۔ تو کیا انسان کو اپنے ملک اور تہذیب و تمدن سے محبت نہیں ہونی چاہیے؟ یہ تو انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

جواب:۔ محبت اور پرستش میں بڑا فرق ہے—— ان چیزوں سے محبت فطری بات ہے مگر یہاں بات پرستش کی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مسلمان ہوتا ہے تو اپنے ماضی سے کٹ جاتا ہے—— یعنی اب اس کو اپنی تہذیب و تمدن اور آثار پر فخر نہ کرنا چاہیے، فخر کے لائق صرف اسلام کا تعلق کافی ہے—— رہی محبت تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن مسلمان ہونے کے بعد ہر محبت کو اسلام کا تابع ہونا چاہیے ورنہ وہ محبت پرستش کے حکم میں ہوگی جو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج بھی کر سکتی ہے—— دائرۂ اسلام سے خارج ہونا حقیقت میں دائرۂ انسانیت سے خارج ہونا ہے۔ اسلام اور انسانیت دو متضاد چیزیں نہیں۔

سوال:۔ عقیدۂ توحید میں ابتداء اور انتہاء کیا ہے؟

جواب:۔ ابتداء خدا کی حقیقی عظمت سے ہوتی ہے اور انتہاء کمال بندگی پر—— خدا کے علاوہ دوسری چیزوں کی پرستش سے انسان نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ابھی اپنے مرتبے سے آگاہ نہیں لیکن جب وہ خدا کے آگے

جھکا تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ کتنا عظیم ہے۔۔۔ تو عقیدۂ توحید نے ایک طرف وحدانیت کا علم بلند کیا تو دوسری طرف عبدیت کا۔

سوال:۔ خدا کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے۔

جواب:۔ خدا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ وہ قدیم ہے' خود بخود موجود ہے۔۔۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔۔۔ اس کی صفات کامل ہیں۔۔۔ ناقص صفتوں سے پاک ہے۔۔۔ زمان و مکان سے بالاتر ہے۔۔۔ نہ وہ جسم ہے' نہ محدود۔۔۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔۔۔ نہ اس کے اندر کوئی چیز سما سکتی ہے۔۔۔ اس کا نہ مثل ہے اور نہ کفو۔۔۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا۔۔۔ وہ چھپی چیزوں کو جانتا ہے۔۔۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔ وہ غفار ہے۔۔۔ وہ مستجاب الدعوات ہے۔ یعنی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

سوال:۔ آپ نے فرمایا کہ چھپی چیزوں کو جانتا ہے تو کیا دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے؟

جواب:۔ بے شک وہ دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے جیساکہ قرآن کریم میں فرمایا ہے و نعلم ما توسوس بہ نفسہ بلکہ اگر وہ چاہتا ہے تو یہ قوت اپنے برگزیدہ بندوں کو بھی عنایت فرما دیتا ہے۔

سوال:۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے تو برے کاموں پر بھی قادر ہو گا؟

جواب:۔ معاذاللہ' وہ اچھی صفات سے آراستہ ہے اور بری صفات سے پاک ہے اور یہ عیب نہیں کمال ہے۔۔۔ جس طرح کسی نیکوکار کے لئے یہ کہا جائے کہ وہ بدکاری نہیں کر سکتا تو یہ اس کا عیب نہیں۔ یہ تو خوبی ہے' بلکہ اس طرف خیال کرنا بھی سوء ادبی ہے۔۔۔ تو جب ایک انسان کے لئے خیال کرنا بے ادبی ہے تو خدا کے متعلق ایسی باتیں سوچنا انتہاء درجہ کی گستاخی ہے جس سے انسان کا ایمان بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

سوال:- آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ غفار ہے تو کیا وہ حقوق العباد کو بھی معاف فرما دے گا۔

جواب:- اللہ تعالیٰ وہی گناہ معاف کرے گا جس کا تعلق اس کی جناب سے ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا معیار عدل بہت ہی بلند ہے۔۔۔ دنیا کے بادشاہ اور حاکم قاتلوں اور ڈاکوؤں کو معاف کر دیا کرتے ہیں' جو عدل نہیں ظلم ہے اور دوسروں کے حقوق میں مداخلت ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ایسے عفو و درگزر سے منزہ و پاک ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو اپنی رحمت سے جنت عطا کرے اور اسے راضی کر دے اور ظالم کو اپنی رحمت عامہ کے سبب بخش دے۔

سوال:- آپ نے فرمایا کہ وہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے مگر بعض دعائیں تو مقبول نہیں ہوتیں۔

جواب:- بے شک وہ تعالیٰ مضطرب اور بے قرار بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔۔۔ دعاء وہی قبول نہیں ہوتی جو یا تو دل سے نہ کی گئی ہو یا اس کے پورا ہونے میں بندے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔۔۔ کیونکہ انسان کی نظر بہت محدود ہے اور جس کی نظر محدود ہے وہ اپنی بھلائی اور برائی کے بارے میں خود فیصلہ نہیں کر سکتا' فیصلہ کرنے کے لئے نظر چاہئے۔۔۔ اللہ تعالیٰ علیم اور دانا و بینا ہے اس لئے وہ خود بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لئے کون سی بات اچھی ہے اور کون سی بری ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی سوچنی چاہئے کہ ایک معمولی حکیم یا ڈاکٹر کے سامنے مریض کچھ نہیں بولتا جو دوا اس کے لئے تجویز کی جاتی ہے آنکھیں بند کر کے پی لیتا ہے لیکن حکیم مطلق کے سامنے ہم اپنی تجاویز پیش کرتے ہیں یہ بات دانائی کے خلاف ہے اور جب وہ ہمارے فائدے کے لئے کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو چلانے لگتے ہیں اور ناشکری پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

سوال ۹:- کیا صرف خدا کا وجود تسلیم کر لینا کافی ہے؟

جواب ۹:- جی نہیں' اتنا کافی نہیں۔ تصور توحید صرف نظریہ نہیں بلکہ ایک دستور حیات ہے۔۔۔ اس تصور کا مقصود اور مفہوم یہ ہے کہ ہم عملی زندگی میں شیطان کی رہنمائی قبول نہ کریں بلکہ رحمٰن کے بن کر رہیں۔۔۔ جو دعوئی توحید کے باوجود خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اور شیطان کی رہنمائی قبول کرتا ہے وہ ایک سرکش بندہ ہے۔۔۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص رہے اپنے ملک میں لیکن اس کی وفاداریاں دوسرے ملک کے حکمران کے ساتھ رہیں' ظاہر ہے ایسا شخص ہر انسان کی نظر میں باغی اور غدار تصور کیا جائے گا۔

سوال ۱۰:- کیا خدا کے علاوہ کسی اور کی اطاعت بھی ضروری ہے؟

جواب ۱۰:- قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحب امر یعنی حاکم ہوں ان کی اطاعت کرو"۔۔۔ ان اطاعت سہ گانہ کی حقیقت تو اطاعت الٰہی ہے لیکن بغیر دوسری اطاعتوں کے معاشرتی زندگی گزارنا مشکل ہے اس لئے خدا نے ان کو اختیار دے دیا ہے۔ اللہ کی اطاعت کے بعد رسول کی اطاعت یعنی' وہ احکام جو قرآن میں مذکور نہیں یا مجمل ہیں مفصل نہیں ان کے بارے میں جب رسول کریم حکم دیں تو ان کو مانا جائے۔۔۔ رسول کی اطاعت کے بعد حاکم اور صاحب امر کی اطاعت ہے' یعنی احکام شرعیہ کے ساتھ ساتھ وہ احکام جو قرآن اور حدیث و فقہ میں نہیں ان کے بارے میں حاکم حکم دے تو وہ بھی تسلیم کیے جائیں۔۔۔ اس سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف جو حکم دے وہ بھی مانا جائے کیونکہ اس صورت میں دو اطاعتیں مفقود ہو جائیں گی اور صرف ایک اطاعت باقی رہے گی اور آیت میں بیک وقت تینوں اطاعتوں کی تلقین کی گئی ہے اور اطاعت کے مدارج بھی متعین کر دیئے ہیں۔

Marfat.com

سوال:۔ شرک کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا اور ان صفات کو اس میں قدیم سمجھنا' اس کو مستحق عبادت جاننا اور اپنا خالق و مالک تصور کرنا۔

سوال:۔ شرک اور بت پرستی کا آغاز کیوں کر ہوا؟

جواب:۔ خدا نے دنیا میں سلسلہ اسباب قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں اصل اور حقیقی مسبب کار فرما ہے۔ لیکن انسان بعض قوی الاثر اسباب سے اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ اصل مسبب نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آفتاب کہ انسانی منافع کے لئے پیدا کیا گیا لیکن انسان نے اسی کو خدا سمجھا یا ستارے کہ وہ حسن و زیبائی اور دوسرے بہت سے منافع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر انسان نے ان کی پرستش شروع کر دی—— شرک کی اصل وجہ انسان میں غور و فکر کی کمی ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں ملکہ سبا کو جس طرح ہدایت کی اس سے یہ حقیقت عیاں ہے۔

سوال:۔ شرک اور ذرائع شرک کے بارے میں بھی کچھ بتا دیجئے؟

جواب:۔ شرک کے یوں تو بہت سے ذرائع ہیں لیکن مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ کسی خاص شخص کی بزرگی اور عظمت کا اتنا قوی احساس کہ اس کو خدا سے غافل کر دے۔

۲۔ جو اعمال اور آداب خدا کے لئے مخصوص ہیں ان کو انسانوں کے لئے اختیار کرنا مثلاً سجدہ جو خدا کے لئے مخصوص ہے کسی انسان کے آگے کرنا۔

۳۔ جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں وہ کسی انسان میں بالذات تسلیم کرنا مثلاً انسان کو رازق اور خالق جاننا۔

۴۔ مصائب و آلام میں خدا اور محبوبان خدا کے علاوہ سحر و طلسم'

Marfat.com

Marfat.com

جنات و شیاطین اور ارواح خبیثہ کو صاحب تصرف جان کر ان سے مدد طلب کرنا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ محبوبان خدا بالذات متصرف نہیں۔ ان کا تصرف منشاء ربانی کے تابع ہے۔

ملائکہ و اجنہ

سوال:۔ فرشتے کس مخلوق کا نام ہے؟
جواب:۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں سے مراد وہ غیر مادی ذی روح ہستیاں ہیں جو خدائے تعالٰی کے احکام اور پیغامات کو دنیائے خلق تک پہنچاتی ہیں اور نافذ کرتی ہیں' ان کی فطرت میں اطاعت ہے' یہ سرتابی نہیں کر سکتے۔
سوال:۔ لیکن ابلیس نے فرشتہ ہوتے ہوئے کیوں نافرمانی کی؟
جواب:۔ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا' ایسا نہیں ہے' قرآن حکیم نے اس کو جن کہا ہے اسی لئے اس نے نافرمانی کی۔
سوال:۔ جن کس کو کہتے ہیں؟
جواب:۔ جن بھی ایک قسم کی مخلوق ہے جو ناری اور ہوائی اجزاء سے مرکب ہے۔
سوال:۔ بعض لوگ جن اور فرشتوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں؟
جواب:۔ حقیقت میں انسان اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے جو اس کے اردگرد ہے حالانکہ یہ تو کچھ بھی نہیں کائنات اور اس کی مخلوقات بہت وسیع و کثیر ہیں۔ انسان تنگ نظری کی بناء پر انکار کرتا ہے اگر ذرا بھی عقل سے کام لے تو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ اپنی کم علمی پر نادم و شرمسار ہو۔
سوال:۔ فرشتے کتنے ہیں؟
جواب:۔ فرشتے بے شمار ہیں' اصل تعداد اللہ ہی کے علم میں ہے۔

البتہ خاص فرشتوں میں یہ چار مشہور ہیں:

۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام

۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ۴۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام

سوال:۔ فرشتوں کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے؟

جواب:۔ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔۔۔ مکرم ہیں، معصوم ہیں، گناہ نہیں کرتے۔۔۔ توالد و تناسل سے پاک ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے لرزاں و ترساں ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے علاوہ کوئی کام اپنی منشاء سے نہیں کرتے۔

سوال:۔ فرشتوں پر ایمان لانا کیوں ضروری قرار دیا گیا؟

جواب:۔ وجوہات تو بہت سی ہیں مگر ایک بڑی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تصور توحید کے بعد اس وسیلے اور ذریعے کی صداقت و حقانیت کو واضح کیا جائے جو انبیاء و رسل تک خدا کے پیغام پہنچاتا ہے، خدا پر ایمان لانے کے سلسلے میں جہاں انبیاء و رسل ایک ذریعہ ہیں وہاں فرشتے بھی ایک ذریعہ ہیں اس لئے ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا۔
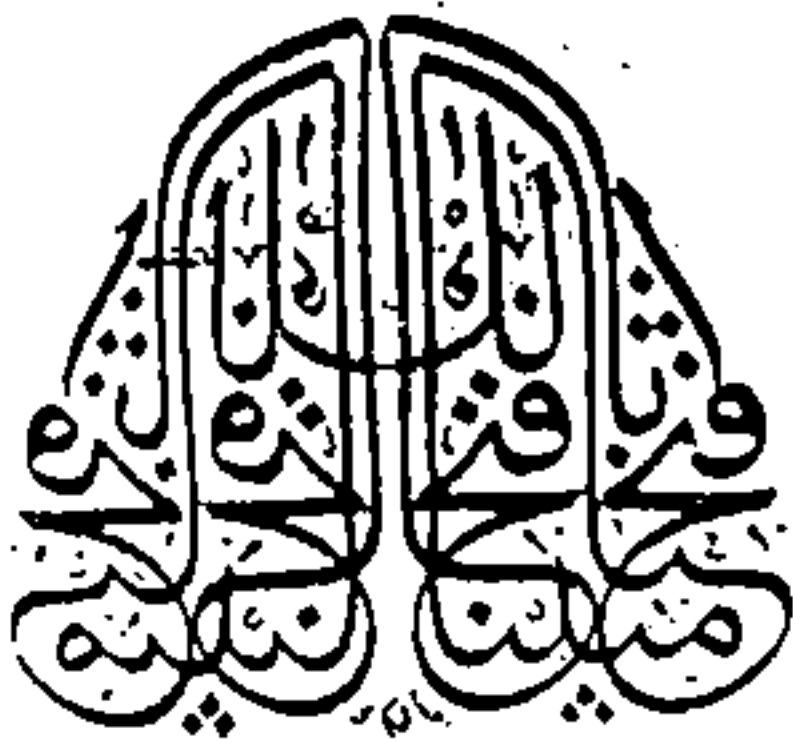
کتب آسمانی

سوال:- آسمانی کتابوں کی کیا ضرورت ہے' کیا عقل کافی نہیں؟

جواب:- خدا نے انسان کو پیدا کیا —— اس کی تربیت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور ان کو صحیفے اور کتابیں دیں تاکہ اس کے مطابق اس کی تربیت کریں چنانچہ انہوں نے تربیت کی اور ہر عہد اور ہر زمانے میں اس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے —— یہ نتائج خود اس امر کی سب سے بڑی شہادت ہیں کہ انسان کو آسمانی کتابوں کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ تمام انسانوں کی عقل ایک جیسی نہیں اور ان کو وہ بصیرت بھی حاصل نہیں کہ مستقبل کے متعلق ٹھیک ٹھیک فیصلے صادر کر سکیں —— چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدیوں پہلے عقل نے جو اصول بنائے تھے وہ خود اس نے رد کر دیئے —— اس حقیقت سے عقل کی بے بسی ظاہر ہے۔ اس لئے ہم اس ذریعہ کو کیوں نہ قبول کریں جس کی رفتار عقل سے بہت تیز ہے اور جس کے فیصلے اٹل ہیں یعنی وحی —— اس میں خود ہمارا فائدہ ہے اور وہ یہ کہ عقل کے ذریعہ جو بات برسوں بلکہ صدیوں میں معلوم ہوتی ہے وحی چند لمحوں میں بتا دیتی ہے اور اس طرح وقت اور زندگی دونوں کا زیاں نہیں ہوتا اور انسان کو مختصر وقت میں بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے —— اس لئے وحی کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا عین عقل کے مطابق ہے اور سراسر انسان کے فائدے میں ہے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہو گا جب قرآن و حدیث کے احکام اور دور جدید کے احکام و آئین کا تقابلی مطالعہ کریں گے۔

Marfat.com

جب انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا تو دنیا کی ہر چیز اس کے لئے انجانی تھی، ایک اجنبی ماحول میں وہ خود کو تنہا محسوس کرتا ہوگا، غور کیجئے اگر وہ اپنی زندگی کی بنیاد عقل پر رکھتا تو اب تک صحرائی زندگی گزارتا لیکن یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے دنیا میں بھیج کر انسان کو وہ کچھ بتا دیا جو اس کو معلوم نہ تھا اور وحی کے ذریعہ اس کی رہنمائی فرما کر اس کو مہذب و متمدن بنایا۔

ہر ہر عمل کی اچھائی برائی معلوم کرنے کے لئے عقل کو برسوں کے تجربات درکار تھے لیکن جب اس زمین پر آیا تو اس کو فوری طور پر ان فیصلوں کی ضرورت تھی۔ وحی نے اس ضرورت کو پورا کیا اور اس کو صدیوں کی کلفت سے بچا دیا۔

فی الحقیقت وحی کے ذریعہ جو کچھ بتایا جاتا ہے وہ انسان کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔ جہاں انسان عاجز ہوتا ہے وہاں قدرت اس کی دست گیری فرماتی ہے۔ شیر خوار بچے کو کس حیرت انگیز طریقے سے رزق پہنچایا جاتا ہے۔۔۔۔ بے آب و گیاہ میدانوں کو کس طرح سیراب کر کے باغ و بہار بنایا جاتا ہے۔۔۔۔ پس اسی طرح عقل و دل کی بنجر زمین کو وحی کے ذریعہ سیراب کیا گیا اور اس ضرورت کو پورا کیا جس کے بغیر اس دنیا میں انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔۔۔۔ یہ کیسی احسان فراموشی ہوگی کہ وہ رحیم و کریم ہماری طرف متوجہ ہو اور ہم اس کی بالکل پروا نہ کریں۔

سوال:۔ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں؟

جواب:۔ ایک انسان کامل جب مقام رسالت سے بولتا ہے تو اس کی آواز اور کلام عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے اور وہ انسان جن کو اپنی سخن دانی اور سخن گوئی پر غرور و تکبر ہے وہ ہکا بکا رہ جاتے ہیں۔۔۔۔ اور جب وہی انسان خود کچھ کہتا ہے تو اس کی آواز اور کلام پہلی آواز اور پہلے کلام سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ ایک ہی انسان کی آواز و کلام میں یہ

حیرت انگیز فرق ناممکن ہے۔ یقیناً کوئی غیبی قوت ہے جو اس کی زبان سے گویا ہے۔ پس یہ اختلاف خود اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور و فکر ہے کہ جو انسان صادق و امین ہے اور اس کی صداقت و امانت کا یہ عالم ہے کہ دشمن تک اس کے پاس اپنی امانتیں رکھتے اور سچا جانتے ہیں' جس نے زندگی بھر اپنے لئے اور نہ کسی دوسرے کے لئے جھوٹ بولا۔ ایسا صادق و امین انسان جب یہ کہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ اس کا کلام نہیں' خدا کا کلام ہے تو اس کو کیسے جھوٹ سمجھ لیا جائے۔ کیا ایسے سچے انسان سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھے گا؟

اس کے علاوہ یہ بات بھی نظر میں رکھنی چاہئے کہ جو کچھ اس نے کہا اس سے اس کو فائدہ پہنچا یا نقصان۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا انسان ہے جو عمداً جھوٹ بول کر تکلیف میں مبتلا ہو؟ ہر انسان تکلیف سے نجات پانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے لیکن جب ایک انسان اعلان حق کرتا ہے اور چاروں طرف سے دشمن اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں' مگر وہ اس اعلان سے باز نہیں آتا' بے شک عقل کہتی ہے کہ یہ ایک غیبی پیغام ہے جو وہ لے کر آیا ہے' یہ قرآن کریم ہے یہ فرقان حمید ہے' یہ سراج منیر ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جو کچھ وہ پیغام دے رہا ہے' غلط نہیں' حرف بحرف صحیح ہے' جو وہ خبریں دے رہا ہے' ایک ایک کر کے سب پوری ہو رہی ہیں ــــ کیا کسی انسان نے صدیوں پہلے واقعات و حادثات کی خبریں دی ہیں اور ایسی صداقتوں کو آشکار کیا ہے جس کو عقل جھٹلا نہ سکی؟ ہرگز ہرگز ایسا انسان پیدا نہیں ہوا۔ پس بے شک قرآن کریم خدا کا کلام ہے اور اس کا کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا اسی لئے قرآنی صداقتوں کو آج تک کوئی نہ جھٹلا سکا۔

سوال:۔ کل کتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں؟
جواب:۔ قرآن کریم میں صرف چار کتابوں کا ذکر ہے یعنی توریت (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی)' زبور (جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی)' انجیل (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی) اور قرآن (جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا)۔ ان کتابوں کے علاوہ تقریباً ایک سو صحیفے حضرت آدم' حضرت شیث' حضرت ادریس' حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئے۔ قرآن کریم میں صحیفوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

سوال:۔ کیا سب کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟
جواب:۔ جی ہاں' سب کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے' کیونکہ سب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔

سوال:۔ تو پھر ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہو گا؟
جواب:۔ سوائے قرآن کے کسی کتاب پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی ملک کا ایک آئین بنے' پھر انسانی حالات اور طبائع کے لحاظ سے دوسرا آئین نافذ کیا جائے' پھر انہیں وجوہات کی بناء پر تیسرا قانون نافذ کیا جائے۔۔۔۔ اس طرح ہر نیا قانون نافذالعمل ہو گا اور پچھلا قانون لائق احترام۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی پھر انسان کے بدلتے ہوئے حالات کے تحت دوسری کتاب نازل فرمائی پھر تیسری اور چوتھی لیکن جب حالات اور طبائع ایک راستہ پر لگ گئے اور ارتقائی عمل پورا ہو گیا تو قرآن حکیم نازل کیا گیا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ جس طرح یہ چودہ سو سال پہلے قابل عمل تھا آج بھی قابل عمل ہے۔ یہ حقیقت اس کی ابدیت پر گواہ ہے۔

سوال:۔ کیا تمام کتابیں اپنی اصلی حالت میں ہیں؟
جواب:۔ سوائے قرآن حکیم کے کوئی کتاب اپنی اصلی حالت میں

نہیں ـــــ توریت عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور زبور و انجیل سریانی میں۔ یہ زبانیں مردہ ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ توریت اور انجیل حقیقی نہیں۔ اس میں بڑا رد و بدل ہوا ہے اس لئے لائق اعتماد نہیں۔

سوال:۔ ان کتابوں سے انسان کو کیا فائدہ پہنچا؟

جواب:۔ فائدہ تو ظاہر ہے، ان کتابوں سے انسان، انسان بنا ـــــ اور حقیقت میں کتاب وہی ہے جو انسان کو انسان بنائے، خونخوار درندہ نہ بنائے۔

قرآن کریم کو لیجئے اس نے کس حیرت انگیز طریقے پر ایک قوم کی کایا پلٹ دی ـــــ چرواہوں کو مالک تخت و تاج بنا دیا ـــــ اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا اس انقلاب کے لپیٹ میں آ گئی۔ یورپ کو روشنی دکھائی اور جہالت کی تاریکیوں سے نکالا اور آج بھی جہاں جہاں تعمیری انقلابات آ رہے ہیں وہ سب قرآن حکیم اور تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرہون منت ہیں۔ اگر انقلابیوں کے حالات اور ان کے ادب کا مطالعہ کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو سکتی ہے۔ قرآن حکیم کے ترجمے دنیا کی سو سے زیادہ زبانوں میں ہو چکے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انقلابی ایک ایسی کتاب کو نہ پڑھے جس نے صدیوں پہلے ایک انقلاب آفریں پیغام دے کر دنیا اور دنیا والوں کی قسمت پلٹ دی تھی۔

سوال:۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کا کیا مقام ہے؟

جواب:۔ جو مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں حاصل ہے وہی مقام دوسری آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کو حاصل ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں اسی طرح قرآن حکیم خاتم الکتب ہے۔

سوال:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن کریم جمع کر لیا گیا تھا؟

جواب:۔ بے شک بعض احادیث اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کریم جمع کر لیا گیا تھا۔ ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایماء پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انجام دیا تھا لیکن یہ بات قطعی ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رکھی گئی ہے۔

سوال:۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب:۔ اگر جامع کا لفظ تدوین کے معنی میں استعمال کیا جائے تو صحیح نہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے قرآن کو ایک قرات پر جمع کیا اور مختلف نسخے اس قرات کے مطابق نقل کر کے تمام مفتوحہ علاقوں میں ارسال فرمائے۔

سوال:۔ کیا قرآن کریم اسی صورت میں لکھا ہوا تھا جیسا آج کل ہم لوگ پڑھتے ہیں؟

جواب:۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلافت کے قرآنی اوراق اور قلمی نسخے جو آج بھی موجود ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قرآن کریم خط کوفی میں لکھا جاتا تھا اور حروف پر نقطے بھی نہیں لگائے جاتے تھے۔ اعراب کا تو سوال نہیں پیدا ہوتا کہ قرآن کریم اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا تھا ــــ نقطے اور اعراب پہلی صدی ہجری کے آخر میں حجاج بن یوسف نے لگوائے تاکہ عجمیوں کو قرآن حکیم پڑھنے میں دقت محسوس نہ ہو۔

سوال:۔ کیا قرآن کو تسلیم کر لینا کافی ہے؟

جواب:۔ اگر مریض کے لئے نسخے میں لکھی ہوئی ادویات کو تسلیم کر لینا کافی ہوتا اور اس سے اس کی صحت یابی ممکن ہوتی تو یہ کہا جاتا کہ تسلیم کر لینا کافی ہے لیکن قرآن کتاب حکمت ہے۔ اس کو سمجھنا اور اس

پر عمل کرنا دونوں ضروری ہیں ـــــ سمجھنا اس لئے تاکہ عمل کیا جا سکے اور عمل کرنا اس لئے تاکہ زندگی بنائی جا سکے، جسمانی اور روحانی صحت حاصل کی جا سکے۔

انبیاء ورسل

سوال:۔ کیا انسان کی ہدایت کے لئے رسول کی ضرورت ہے؟

جواب:۔ عرض کیا جا چکا ہے کہ انسانی ہدایت کے لئے کتاب اللہ کی ضرورت ہے' اب لامحالہ ایسے انسان کی ضرورت ہو گی جو اس کتاب کا حامل ہو اور جس کی سیرت اس کتاب کا آئینہ ہو کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ پڑھ کر نہیں' دیکھ کر بنتا ہے۔

سوال:۔ رسول کی کیا پہچان ہے اور اس کی کیا نشانیاں ہیں؟

جواب:۔ انسانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو تین طرح کے انسان ملتے ہیں:

۱۔ ایک وہ جو گناہ کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ان کو اس غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

۲۔ دوسرے وہ جو گناہ کرتے ہیں لیکن احساس گناہ کی وجہ سے ان کا نفس ملامت کرتا ہے اور ندامت اور شرمساری محسوس کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرے وہ جو نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے دل میں بدی کا خطرہ تک نہیں گزرتا۔

نوع انسانی کے لئے اگر کوئی ہادی اور راہبر بن سکتا ہے تو وہ یہی تیسری قسم کا انسان ہے جس کو انسان کامل کہا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہے:

"(اے مسلمانو!) تمہارے؛ آقا نہ گمراہ ہوئے اور نہ بھٹکے اور وہ اپنی خواہش نفس، نہیں بولتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو

Marfat.com

کہلوایا جاتا ہے۔" (النجم: ۲ تا ۴)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہادی برحق اور رسول کے لئے یہ اصول مرتب کئے جا سکتے ہیں:

ا۔ وہ گمراہ نہ ہو کہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کو راہ راست پر کیسے لگا سکتا ہے!

۲۔ وہ راستہ سے بھٹکا ہوا بھی نہ ہو کہ جو خود بھٹک جائے وہ دوسروں کو منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔

۳۔ وہ جو کچھ کہتا ہے جو خواہش نفس سے نہ کہتا ہو بلکہ جذبات اس کے تابع ہوں' وحی الہٰی سے مستفیض ہو اور وہ کچھ بتاتا ہو جو انسانی عقل نہیں بتا سکتی۔

سوال:۔ یہ بات تو بڑی عجیب ہے کہ خدا اپنے بندوں کو نبی اور رسول بنا کر بھیجتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب:۔ ہمیں وہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے جس کا ہمیں علم نہیں ـــــ اور جب علم ہوتا ہے تو وہی عجیب بات معمولی ہو جاتی ہے ـــــ ماضی کی بہت سی عجیب باتیں اب معمولی ہو چکی ہیں اور حال کی بہت سی عجیب باتیں مستقبل میں معمولی ہو جائیں گی۔ تو درحقیقت نبیوں اور رسولوں کا آنا انہیں کے لئے عجیب ہے جن کو حقیقت کا علم نہیں' جن کو علم ہو گیا ان کے لئے عجیب نہیں۔

عام انسانوں اور جانوروں کے حواس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چیونٹی کی قوت شامہ' چیل کی قوت باصرہ' ٹڈے کی قوت سامعہ اور چمگادڑ کی قوت لامسہ حیرتناک ہے اور عام انسانوں سے کہیں زیادہ ـــــ تو جب معمولی جانوروں کا یہ حال ہے تو ایک انسان کامل جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نامعلوم حقیقت کی طرف سے آوازیں سنائی دے رہی ہیں جو عام لوگ نہیں سن سکتے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً تعجب کی بات تھی کہ انسان کے لئے تو یہ فرمایا ہے:

"اور بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی ساخت میں بنایا۔" (والتین)

اللہ تعالیٰ قدم قدم پر انسان کی دستگیری فرماتا ہے' جہاں انسان اپنی تربیت سے عاجز ہے وہاں خدا تعالیٰ خود تربیت و پرورش کا بندوبست فرماتا ہے۔۔۔ پیدائش کے فوراً بعد شیر مادر سے سیراب فرماتا ہے اور آج تک کوئی معلوم نہ کر سکا کہ یہ فیض کہاں سے جاری ہوا؟۔۔۔ جس نے انسان کی جسمانی بھوک و پیاس دور کرنے کے لئے یہ حیرت انگیز اہتمام فرمایا وہ اس کی روحانی بھوک و پیاس دور کرنے کے لئے کیوں اہتمام نہ فرماتا۔۔۔ اس نے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور آج تک اہل عقل حیران ہیں کہ یہ فیض کہاں سے جاری ہوا۔۔۔ جس طرح شیر مادر سے سیراب ہونے والے بچے کی اٹھان قابل دید ہے۔ اسی طرح سیرابی روح کے بعد انسان کی اٹھان دیدنی ہوتی ہے۔

سوال:۔ رسول کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ جس کو اللہ تعالیٰ نبوت دے کر مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے تاکہ انسان اپنے خدا سے واقف ہو' اس کی عبادت میں مصروف ہو اور برے اور بھلے کاموں کی تمیز حاصل کر کے اپنی عاقبت سنوارے۔

سوال:۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ رسول پر کتاب نازل ہوتی ہے اور نبی پر نہیں ہوتی۔ دونوں کا کام دعوت و تبلیغ ہے اس لئے ہر رسول' نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی' رسول نہیں ہوتا۔

سوال:۔ کیا عورتوں میں بھی نبی ہوتے ہیں؟

جواب:۔ جی نہیں عورتوں میں نبی نہیں ہوتے لیکن عورتوں کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ ان کو انبیاء و رسل کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے شرف و بزرگی سے ان کو بھی محروم نہ رکھا۔۔۔ اس کے ہاں غیر فطری مساوات نہیں' وہ فطرت کے مطابق نوازتا ہے۔

سوال:۔ پہلا نبی کون ہے اور آخری نبی کون؟
جواب:۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو گا؟
جواب:۔ جی نہیں، اگر ایسا ہوتا تو حضور خاتم النبین نہ ہوتے۔ حق جل مجدہ، کی طرف سے قرآن کی حفاظت اور سیرت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی حفاظت میں یہ اعلان:
"اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا"۔
(الانشراح)

مستقبل میں کسی متوقع نبی کی ضرورت کو خود بخود ختم کر دیا۔ جب قرآن بھی موجود ہے اور سیرت رسول کریم علیہ التحیتہ والتسلیم بھی تو پھر کسی نبی کی ضرورت کیا رہ گئی؟ ـــ اللہ تعالیٰ بغیر ضرورت کسی کو نہیں بھیجتا۔

سوال:۔ کیا سب نبی اور رسول برابر ہیں؟
جواب:۔ جی نہیں، سب برابر نہیں، خود قرآن کریم میں فرق مراتب کا ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:
"یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے شرف و بزرگی دی۔" (البقرۃ:۲۵۳)
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور رسل میں افضل ہیں جو نبیوں اور رسولوں میں افضل ہے وہ تمام انسانوں میں کیوں نہ افضل ہو گا؟

سوال:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم نے کیا بیان کیا ہے؟
جواب:۔ دیکھا جائے تو قرآن کل کا کل سیرت رسول ہی ہے ـــ ویسے قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں۔ بعض میں آپ کے عجز و انکسار کا ذکر ہے ـــ اور بعض میں آپ کے جلالت و جبروت کا ـــ دوسر

Marfat.com

قسم کی آیات میں بالعموم اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں سے خطاب فرمایا ہے اور پہلی قسم کی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانی مسلمانوں سے خطاب فرمایا ہے۔۔۔ مسلمان کو آپ کی عظمت و بزرگی اور عشق و محبت کی دل میں پرورش کرنی چاہیے اور ایسے خیالات فاسدہ کو دل سے نکال دینا چاہیے جو مقام محبت سے گرا کر کفار و مشرکین کی صف میں لا کھڑا کریں۔

قرآن کی مختلف صورتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن و آداب بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً

آل عمران، مائدہ، توبہ، شعراء، احزاب، قلم، بنی اسرائیل، نجم وغیرہ

۱۔ سورۂ توبہ میں فرمایا۔۔۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ان کو راضی کیا جائے۔"

۲۔ سورۂ قلم میں فرمایا۔۔۔ "آپ کے اخلاق اعلیٰ ہیں اور آپ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔"

۳۔ سورۂ توبہ میں فرمایا۔۔۔ "جب تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور راہ خدا میں جہاد کو اپنے والدین، اولاد، مال و دولت، مکانات و محلات اور مال تجارت سب سے زیادہ محبوب نہ رکھو۔"

۴۔ سورۂ احزاب میں فرمایا۔۔۔ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے والد نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔"

۵۔ سورۂ نجم میں فرمایا۔۔۔ "تمہارے آقا نہ بھٹکے اور نہ بہکے اور یہ وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔"

۶۔ سورۂ اسریٰ میں فرمایا۔۔۔ "پاک ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے اردگرد برکت ہی برکت ہے، (اس لئے لے جایا گیا) تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں

دکھائیں۔"

۷۔ سورۂ ضحیٰ میں فرمایا۔۔۔ "تمہاری آنے والی گھڑیاں پچھلی گھڑیوں سے بہتر ہیں' تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔"

بہت سی آیات ہیں کہاں تک بیان کیا جائے گا اور کس کس کا ذکر کیا جائے؟

سوال نمبر:۔ کیا میدان محشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے؟

جواب:۔ جی ہاں' شفاعت کبریٰ سے آپ ہی کو مشرف کیا جائے گا۔۔۔ جب تمام انبیاء و رسل خشیت الٰہی سے لرزاں و ترساں ہوں گے تو آپ ہی حضور حق جل مجدہ' تمام مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے اور مقام محمود پر فائز ہوں گے۔

سوال نمبر:۔ معراج کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بنفس نفیس آسمان پر جانے' قرب الٰہی سے مشرف ہونے اور جنت و دوزخ کی سیر کرنے کو معراج کہتے ہیں۔۔۔ اس کا کچھ ذکر سورۂ اسریٰ میں ہے اور اور کچھ سورۂ نجم میں اور احادیث میں بہت تفصیل آئی ہے۔

سوال نمبر:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور ملائکہ کے سردار ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں! اس آیت سے آپ کا سردار انبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے:

"اور جس وقت اللہ نے پیغمبروں سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ تم کو کتاب و حکمت سے دوں ایک پیغمبر اس کی تصدیق کرنے آئے گا' تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے کہا "کیا تم اقرار کرتے ہو؟"۔۔۔ سب نے کہا

"ہاں! ہم نے اقرار کیا" ـــــ اللہ نے فرمایا کہ "شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں' پس جو اس عہد کے بعد پھر جائے وہ گمراہ و نافرمان ہے۔" (آل عمران)

سوال:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کوئی جان سکتا ہے؟

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تو بڑی چیز ہے' انسان کو خود اپنی خبر نہیں ـــــ آپ کی حقیقت سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم اس لئے اس مسئلے پر بحث کرنے سے ادباً بچنا چاہئے اور دل میں آپ کی محبت اور عظمت کی پرورش کرنی چاہئے۔ عاشق' محبوب کی حقیقت دریافت نہیں کرتا اس کو تو سرفروشی اور جاں نثاری کے سوا کچھ کام نہیں۔

سوال:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اب بھی جاری ہے؟

جواب:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور رحمت کا سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوا۔ آپ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کریں جس میں شہداء کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ شہید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ہی شہادت ملی ہے اس لئے جس کے طفیل زندگی ملے وہ زندگی سے کیسے محروم رہ سکتا ہے؟

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور اس کی ازواج سے دوسرے شادی کر سکتے ہیں ـــــ لیکن رسول کریم علیہ التحیتہ والتسلیم کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا اور آپ کی ازواج کو دوسروں کے لئے حرام کر دیا گیا کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ شہداء سے کہیں عالی و بلند ہے۔

سوال:۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا تو بڑی بے باکی اور گستاخی کی بات ہے' جلیل القدر فرشتوں اور پیغمبروں جیسا بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ سب کے سردار ہیں --- ہیرا اگرچہ پتھر ہے مگر کوئی ناداں اس کو پتھر نہیں کہتا' ہیرے اور عام پتھر میں کوئی نسبت ہی نہیں' وہ انمول ہے اور اس کو کوڑیوں کے مول بھی کوئی لینے کے لئے تیار نہیں۔

سوال:۔ کیا دوسرے مذاہب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی ہے؟

جواب:۔ جی ہاں' خصوصاً ان مذاہب نے جنہوں نے دین وحید اسلام سے ٹوٹ کر اپنا الگ راستہ بنا لیا ہے۔ تحریف کے باوجود توریت و انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ انجیل برناباس میں تو متعدد مقامات پر صاف صاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد اور احمد بھی آیا ہے۔ گوتم بدھ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے مرتے وقت اپنے چیلے سے یہ بات کہی کہ "غمگین نہ ہو اپنے وقت پر ایک رسول آئے گا جس کو لوگ "میتریا" (رحمتہ للعالمین) کہیں گے۔ میں آخری نبی نہیں" ہندوؤں کی مذہبی کتابوں آتھر وید' رگھ وید' یجروید اور راسنگ رام وغیرہ میں صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ملتا ہے۔

سوال:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت منانا کیسا ہے؟

جواب:۔ بہت ہی خوب ہے، آپ ہی کی وجہ سے یہ مجلس کائنات سجائی گئی، یہ سبزہ و گل، یہ آفتاب و ماہتاب اور یہ ستارے آپ ہی کے دم قدم کا ظہور ہیں۔ اس لئے جشن میلاد منانا تو باعث برکت و رحمت اور موجب الفت و محبت ہے۔ ہاں اس میں کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہئے جو خلاف شرع ہو اور حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کا باعث ہو۔

سوال:۔ بعض حضرات صلوٰۃ و سلام کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب:۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ درود و سلام کے تحفے فرشتے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، ایسی صورت میں جب پیش کیا جائے گا تو عاشقوں کی ہیئت کا بھی ذکر کیا جائے گا جو موجب مسرت ہو گا۔ بہت سے علماء و صوفیاء کا اس پر عمل رہا ہے اس لئے اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ عہد رسالت میں رائج نہ تھا اور نہ عہد صحابہ و تابعین میں؟

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں، اس کے بہت سے فرشتے بھی بحالت قیام درود بھیج رہے ہیں تو قیام میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ فی زمانہ سامعین سرکاری محفلوں میں قومی ترانے کے وقت کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ترانہ تھا اور نہ اس کا یہ احترام۔ پھر نہ معلوم صرف صلوٰۃ و سلام پر کیوں پابندی ہے؟

ایک نکتہ پیش نظر رہے کہ آیت شریفہ میں جو صلوٰۃ و سلام کا ذکر کیا گیا ہے اس میں استمرار ہے۔ یعنی کوئی وقت خالی نہ رہنے پائے، ہر وقت درود و سلام پڑھتے رہئے۔ لیکن حالت اذان اور نماز میں یہ استمراری کیفیت ختم ہو سکتی تھی مگر یہاں بھی محبوب کے ذکر اور درود و سلام کو شامل کر کے استمراری حالت کو قائم رکھا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ!! (مسعود)

جواب:۔ کسی چیز کا ان مبارک عہدوں میں نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ناجائز ہے البتہ ممانعت کی گئی ہو تو یقیناً ناجائز ہے لیکن ہم نے بہت سی ایسی چیزوں کو بھی جائز کر لیا ہے جس کی حدیث شریف میں ممانعت ہے، شاندار مکانات بنانے کی ممانعت ہے، بڑے بڑے شہر آباد کرنے کی ممانعت ہے، اب چاہیے کہ مکانات ڈھا دیے جائیں اور شہر ویران کر دیے جائیں تو جب ایسی بہت سی چیزیں ہم برداشت کر رہے ہیں جس میں سراسر نقصان ہے تو ایسی چیز کو کیوں برداشت نہیں کر سکتے جس کی کہیں ممانعت نہیں کی گئی اور جس میں دنیا اور آخرت دونوں کا نفع ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

قصیدۂ سلامیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام!

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام!

شہریارِ ارم، تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام!

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام!

سوال:۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کے بعد کسی آنے والی دنیا کی خبردی ہے؟

جواب:۔ قرآن کریم میں حشر و نشر اور جنت و دوزخ کی خبر دی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے یعنی جو کچھ اس دنیا میں کیا جائے گا اس کی جزا و سزا آخرت میں ضرور ملے گی۔ ظالم اپنے ظلم کا مزہ چکھے گا اور مظلوم اپنی مظلومیت کی جزا پائے گا۔ اگر آخرت کا تصور سامنے نہ ہوتا تو ظلم و ستم اور مظلومیت کا عقدہ حل نہ ہو سکتا تھا اور انسانی زندگی ناتمام معلوم ہوتی۔

سوال:۔ آخرت کس کا نام ہے اور یہ کون سی منزل ہے؟

جواب:۔ موت کے بعد جنت و دوزخ میں داخل ہونے یا قیام قیامت تک کے عرصہ کو آخرت کہا جاتا ہے اس دنیاوی زندگی کے بعد یہی منزل درپیش ہے۔

سوال:۔ بعض لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں' ان کے لئے بھی کچھ فرمائیں۔

جواب:۔ جو لوگ دوسری زندگی کے منکر ہیں وہ یقیناً پہلی زندگی کا اقرار کرتے ہیں' سوال یہ ہے کہ جو زندگی ایک بار ممکن ہے دوسری بار کیوں ممکن نہیں؟ قرآن کریم نے یہی دلیل پیش کی ہے اور بہار و خزاں کے مناظر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو خدا ایک بار وجود میں لا سکتا ہے وہ فنا کرکے دوبارہ وجود میں کیوں نہیں لا سکتا؟

آخرت میں جی اٹھنے والی بات آخرت کے ساتھ ہے، دنیاوی زندگی کے طویل دور میں انسان کے اپنے وجود میں کئی انقلابات آتے ہیں اور یہ کہا جائے تو بجا ہو گا کہ ایک جوان وہ نہیں جو بچپن میں تھا اور ایک بوڑھا وہ نہیں جو جوانی میں تھا یعنی اس کا گوشت و پوست اور ہڈیاں تک سب بدل چکی ہیں حالانکہ اس کو ہم مستقل زندہ دیکھ رہے ہیں مگر وہ کئی بار مر کر جی چکا ہے۔

اس کے علاوہ اس حقیقت پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو خیالات ہمارے دل میں گزرتے ہیں ہم بہت جلد انہیں بھول جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ زندہ رہتے ہیں اور وقتاً" فوقتاً" ابھرتے رہتے ہیں اور اس میں ہمارے ارادے کو دخل نہیں ہوتا ــــ یہ حافظہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس پر ہمیں قدرت حاصل نہیں ہوتی ــــ ماہر نفسیات یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ خیالات اس اہتمام کے ساتھ کس عظیم مقصد کے لئے جمع کئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ عظیم مقصد آخرت کی زندگی ہی ہو سکتی ہے۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ انسان کے دل میں زندہ رہنے کی ایک تڑپ ہے جس طرح معبود کے آگے جھکنے کی ایک تڑپ ہے۔ انسانی فطرت خود بتا رہی ہے کہ وہ زندہ رہے گا اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے مٹی میں نہیں ملا دیا جائے گا۔ ورنہ اس کے اندر جینے کی اتنی شدید تڑپ نہیں ہوتی۔

سوال:ــ قیامت کس کو کہتے ہیں اور یہ کون سا عظیم حادثہ ہے؟

جواب:ــ قرآن کریم میں جا بجا اس عظیم حادثے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ یہ پورا نظام شمسی درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور کائنات الٹ پلٹ ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد سب جی اٹھیں گے، خداوند قدوس کے حضور پیشی ہو گی اور اپنے اپنے اعمال کی جزا اور سزا پائیں گے۔(۱)

ـ ایک جغرافیہ دان نے لکھا ہے کہ ہمارے آباد شہروں اور ریتلے سمندروں کے نیچے ایک قدرتی جہنم دہک رہی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ ہم ایک عظیم ڈائنامیٹ کے اوپر کھڑے ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ کر سارے نظام ارضی کو درہم برہم کر سکتا ہے۔ (مسعود)

Marfat.com

سوال:۔ قیامت کب آئے گی؟

جواب:۔ قرآن و حدیث میں اس کا وقت اور دن و تاریخ تو نہیں بتائی گئی البتہ اس کے آثار اور نشانیاں ضرور بتا دی ہیں جن میں بہت سی ظاہر ہو چکی ہیں اور بہت سی ظاہر ہو رہی ہیں اور بہت سی آئندہ ظاہر ہوں گی۔۔۔ من جملہ ان کے یہ بھی ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا۔۔۔ دنیا میں ایک دھواں پھیل جائے گا۔۔۔ مشرق و مغرب میں زمین تین جگہ دھنس جائے گی۔۔۔ یمن کی طرف سے ایک آگ نمودار ہو گی۔۔۔ قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا۔۔۔ اور دنیا میں کافر ہی کافر رہ جائیں گے۔

سوال:۔ آخرت پر یقین کیوں ضروری قرار دیا گیا؟

جواب:۔ آخرت پر یقین سے انسانی زندگی میں بہار آ گئی ہے ورنہ سوائے مایوسی اور ناامیدی کے کچھ حاصل نہ ہوتا۔۔۔ موت اور پھر کچھ نہیں۔۔۔ زندگی ایک تماشا بن کر رہ جاتی۔۔۔ تصور آخرت نے انسانی نظر میں وسعت پیدا کی۔ وہ محدود عالم سے نکل کر ایک لامحدود عالم میں داخل ہوا۔ اگر یہ لامحدود عالم نہ ہوتا تو زندگی کتنی مختصر، کتنی بے اثر اور کتنی محدود ہوتی۔۔۔ اور خدا پر ایمان لانے کے بعد یہ عقدہ نہیں کھلتا کہ آخر دنیا کو کیوں بنایا گیا اور اعمال کی رنگا رنگی سے کیوں سجایا گیا؟

سوال:۔ کیا مر کر انسان نیست و نابود ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ ہرگز نہیں، جسم ضرور نابود ہو جاتا ہے اور وہ بھی بعض انسانوں کا، البتہ روح زندہ رہتی ہے اور مرنے کے بعد سے قیامت تک اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی نیکیوں سے مستفیض ہوتی رہتی ہے، گویا مرنے کے بعد بھی ترقی کا عمل ختم نہیں ہوتا اور عالم برزخ میں کچھ نہ کچھ ملتا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ ہماری زندگی پر اس تصور کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ انسان کو خارجی خوف اور ڈر موثر طریقے پر برائیوں سے نہیں روک

Marfat.com

سکتا۔ جب تک وہ خوف اندر نہ ہو۔ مثلاً ایک ملازم اپنے افسر سے اسی وقت تک خائف رہتا ہے جب تک وہ اس کے سامنے ہے' پیٹھ پیچھے جو چاہے کر گزرتا ہے لیکن خدا کے حضور آخرت میں جوابدہی کا احساس انسان کو خلوتوں اور تنہائیوں میں بھی برائیوں سے روکے رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آخرت پر یقین کامل ہوتا ہے تو عظیم معاشرہ جنم لیتا ہے۔

سوال:۔ روح کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس شئے کا نام ہے؟

جواب:۔ قرآن کریم نے بڑی آسانی سے اس عقدہ کو حل کر دیا ہے جو آج تک حل نہ ہو سکا۔۔۔ قرآن کریم میں روح کو "امر رب" کہا گیا ہے۔ یعنی "حکم الہٰی" یا "فرمان شاہی"۔۔۔ فرمان شاہی میں کاغذ و حروف فرمان نہیں بلکہ وہ روح فرمان ہے جو کاغذ و حروف میں چھپی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک فرمان سے دوسرا فرمان بے اثر نہیں ہوتا۔ پس اسی طرح جسم انسانی بمنزل کاغذ و حروف کے ہے اور روح بمنزل فرمان الہٰی کے۔ پس روح وہ نادیدنی حکم ہے جو فرمان میں چھپا ہوتا ہے اور اسی سے اس فرمان کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔

سوال:۔ قبر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:۔ حقیقت میں قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں لاش کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ کو قبر کہا جاتا ہے جس میں انسان مرنے کے بعد سے قیامت تک رہتا ہے۔ اس طرح حادثے یا طبعی موت سے مرنے والے ہر انسان سے اسی عالم میں سوال و جواب کیا جائے گا۔

سوال:۔ عالم برزخ میں قیامت تک رہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ وجوہات تو بہت سی ہیں من جملہ ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان اپنے پس ماندگان کے اعمال جاریہ اور صدقات و خیرات سے مستفیع ہوتا رہے اور اس کا بار گناہ کچھ ہلکا ہو۔ گویا دنیاوی مہلت کے بعد یہ دوسری برزخی مہلت ہے۔ اول الذکر میں خود انسان اپنے لئے منافع

جمع کر سکتا ہے اور موخر الذکر میں وہ مجبور ہو جاتا ہے اور دوسرے اس کے لئے منافع جمع کرتے ہیں۔

سوال:۔ کیا عالم برزخ میں روحیں آپس میں ملتی ہیں؟

جواب:۔ بے شک مومنوں کی روحیں آپس میں ملتی ہیں اور اپنے عزیزوں کے حالات دریافت کرتی ہیں۔۔۔ چونکہ اس وقت روحیں جسموں سے علیحدہ ہوتی ہیں اس لئے اس رکاوٹ کے ختم ہونے کے بعد ان کے اختیار و قوت میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا پس ماندگان کی نیکیاں اور صدقات اور خیرات مرنے والے کو نفع پہنچاتے ہیں؟

جواب:۔ بے شک اعمال جاریہ صدقات و خیرات مرنے والے کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اس لئے میت کے عزیزوں کو اس کی طرف سے غافل نہ رہنا چاہئے خصوصاً اولاد کو کہ ان کے اعمال کا ان کے والدین سے گہرا تعلق ہے۔۔۔ زندگی میں انسان' انسان کا محتاج ہے' مرنے کے بعد تو احتیاج اور بڑھ جاتی ہے کہ مرنے والا کچھ کر نہیں سکتا ماسوائے خدا کے محبوبوں کے۔

سوال:۔ دنیا کے کاموں کا آخرت کی زندگی سے کیا تعلق ہے؟

جواب:۔ بہت قوی تعلق ہے' اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو انسانی اعمال بے نتیجہ ہو کر رہ جاتے۔ غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ آخرت کے سارے امور کا دارومدار دنیا ہی کے اچھے برے کاموں پر ہو گا۔ گویا دنیا نہ ہو تو آخرت کا تصور بے اثر ہو کر رہ جائے۔

دوسرے مذاہب نے بھی اس حقیقت کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کیا ہے۔ آخرت کے تصور پر یقین کامل ہو جائے تو پھر دنیا کے سب کام سنور جائیں' یہ ایک تصور ہزار ناصحانہ تقریروں پر بھاری ہے اسی لئے عہد رسالت میں ہمیں تقریروں سے زیادہ عمل نظر آتا ہے کہ یقین کے بعد زبان نہیں چلتی ہاتھ پیر چلتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

سوال:- حساب کتاب کس طرح ہو گا؟

جواب:- دو فرشتے جن کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے ہر انسان کے ساتھ ہیں اور ایک ایک لمحہ کی تفصیلات محفوظ کر رہے ہیں۔ یہی اعمال نامہ قیامت کے دن انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس پر خود اس کا تحت الشعور اور ہاتھ پیر گواہ ہوں گے۔ اس تصور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدا کی عدالت میں بغیر فرد جرم دکھائے سزا نہیں ملے گی کیونکہ یہ بات عدل کے خلاف ہے اور وہ عادل مطلق ہے۔

سوال:- میزان سے کیا مراد ہے؟

جواب:- میزان کی حقیقت تو اللہ ہی کے علم میں ہے البتہ اس کی روح عدل و انصاف کا قیام ہے۔ پہلے میزان (ترازو) کی ایک صورت تھی یعنی ایک ڈنڈی اور دو پلڑے لیکن اب قسم ہا قسم کے میزان ایجاد ہو گئے ہیں اس لئے اس کی حقیقت کو خدا پر چھوڑ دینا چاہئے البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح میزان کے ذریعہ عدل عالم آشکار ہوتا ہے اسی طرح مولیٰ تعالیٰ کا عدل عالم آشکار ہو گا اور مجرمین خود اس کا مشاہدہ کریں گے اور ایسا عدل نہ ہو گا کہ جس کا علم صرف علم الٰہی میں ہو کہ یہ بات تقاضائے عدل کے خلاف ہے کہ منصف کو سب کچھ معلوم ہو اور ملزم و مجرم کو کچھ نہ معلوم ہو۔

سوال:- پل صراط کس کا نام ہے؟

جواب:- اس پل کی حقیقت بھی خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سب انسان اس پر سے گزریں گے اور اپنی صلاحیت و لیاقت کے مطابق اس کو عبور کریں گے اور اس طرح جنتی جنت میں جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔

سوال:- ثواب و عذاب کس طرح ملے گا؟

جواب:- قرآن و حدیث میں سزا و جزا کی تفصیلات موجود ہیں اور اس کی حقیقت اللہ کے علم میں ہے۔ قرآن شریف میں جنتیوں کے آرام و

آسائش اور دوزخیوں کی تعذیب و تادیب کا ذکر موجود ہے۔ ان دیکھی چیزوں کو سمجھانے کے لئے انہیں چیزوں سے تشبیہ دی جاتی ہے جو نظروں کے سامنے ہوں۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ چیزیں ہو بہو ایسی ہوں جیسی ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے جنت کی آسائشوں اور دوزخ کی کلفتوں کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔
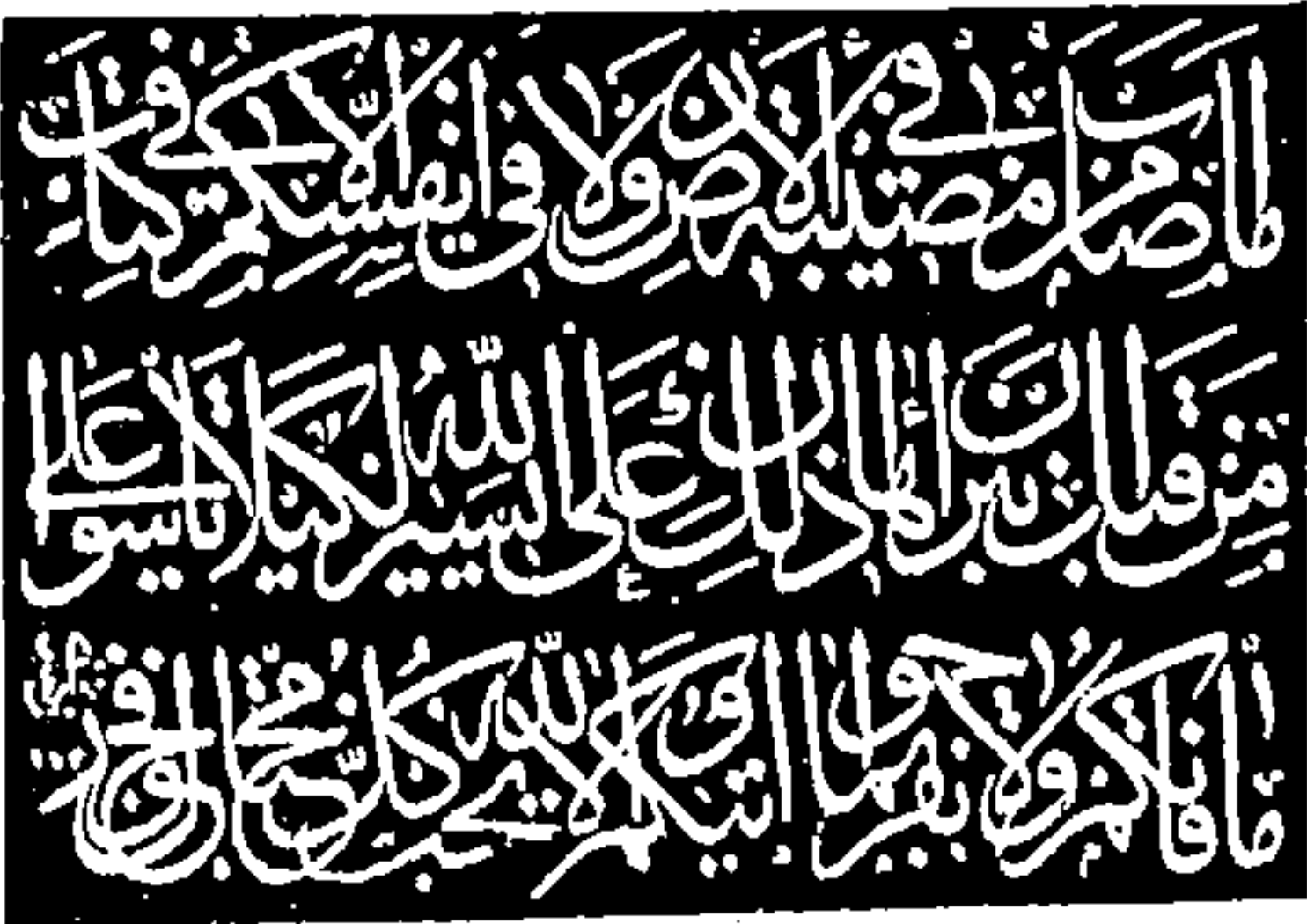
ارکان واحکام

سوال:- خدا اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے احکام کتنے ہیں؟

جواب:- احکام تو بہت ہیں جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں البتہ چند احکام بتا دیئے جاتے ہیں جو ہر انسان کے لئے ضروری ہیں ــــ صدقات و خیرات دینا ــــ ظاہر و باطن ایک رکھنا ــــ منافقت نہ کرنا ــــ ہاتھ اور زبان سے کسی پر ظلم نہ کرنا ــــ شراب نہ پینا ــــ زنا نہ کرنا ــــ سود نہ لینا ــــ اخلاق سے پیش آنا ــــ بدخلقی سے پیش نہ آنا ــــ پورا پورا تولنا ــــ جھوٹ نہ بولنا ــــ وعدہ خلافی نہ کرنا ــــ مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھنا اور ہر مسلمان کا خیرخواہ رہنا ــــ بزرگوں کی عزت کرنا ــــ چھوٹوں پر شفقت کرنا اور اہل و عیال کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنا ــــ والدین کی اطاعت و فرماں برداری کرنا اور ان کو کسی حالت میں نہ جھڑکنا اور نہ ان کی حکم عدولی کرنا ــــ مرحومین کے لئے ایصال ثواب کرنا ــــ چھوٹے بڑے گناہوں کو ہلکا نہ جاننا ــــ مذاق میں دل لگی میں خدا اور رسول کی جناب میں گستاخی نہ کرنا' اہل بیت اور اصحاب کی دل میں محبت رکھنا ــــ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرنا ــــ غم و الم میں خدا سے ناامید نہ ہونا اور ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہنا ــــ دین اسلام میں اپنی طرف سے ایسی بات ایجاد نہ کرنا جس سے اسلام کی کسی بات کی مخالفت ہوتی ہو ــــ سنت کے راستہ پر چلنا ــــ اہل اللہ کے دامن کو تھامے رہنا اور ان سے روگردانی نہ کرنا۔

الغرض بے شمار اور امر و نواہی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان پر

عمل کر کے اپنی آخرت سنواریں۔

سوال:۔ اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟

جواب:۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں؟

۱۔ کلمہ طیبہ

۲۔ نماز

۳۔ زکوٰۃ

۴۔ حج

۵۔ روزہ

ان فرائض میں اصل الاصول، توحید و رسالت ہے باقی متعلقات ہیں۔

سوال:۔ ان کی مختصر تشریح بھی فرما دیجئے۔

جواب:۔ رکن اول کا تعلق ایمان سے ہے اور باقی ارکان کا تعلق اعمال سے ہے۔ ہر رکن میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ رکن اول کلمہ شہادت سے انسان، انسانیت کی بلند ترین منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ رکن ثانی نماز، کفر اور اسلام میں فرق پیدا کرنے والی ہے اور رکن اول پر استقامت میں بے انتہا مددگار ___ رکن سوم زکوٰۃ سے انسانی معاشرے میں اعتدال اور خوش حالی پیدا ہوتی ہے اور دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے بے تعلقی، جو عین مقصود اسلام ہے، پیدا ہوتی ہے ___ رکن چہارم حج سے عالمی اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے محبوب بندوں سے قربت ہوتی ہے جو بے حد مفید ہے ___ رکن پنجم روزہ سے نفسانی خواہشات میں اعتدال پیدا ہوتا ہے اور انسان اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔

سوال:۔ دین اور شریعت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ دین تو ایک ہی ہے یعنی اسلام البتہ شریعت بدلتی رہی ہے۔

یہ تبدیلی قوموں کے مزاج اور زمانے کے تقاضوں کے تحت ہوتی رہی لیکن ایک شریعت کے نفاذ کے بعد دوسری شریعت کو منسوخ کیا جاتا رہا۔
شریعت کے معنی راستے کے ہیں' ایک منزل تک پہنچنے کے لئے یکے بعد دیگرے مختلف راہیں اختیار کی گئیں اور بالآخر منزل آ گئی اور شریعت اسلامیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نافذ کر دی گئی۔

سوال:۔ بعض بزرگوں کی زبان سے ایک لفظ طریقت بھی سنا ہے' یہ کیا ہے؟

جواب:۔ دراصل طریقت' شریعت کی روح ہے جس طرح جسم اور روح الگ الگ نہیں اسی طرح شریعت و طریقت الگ الگ نہیں۔ اوامر و نواہی کی ظاہری اتباع کو شریعت کی پابندی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن جب تک اس اتباع میں روح اخلاص شریک نہ ہو اور عشق کامل دمساز نہ ہو حق اتباع ادا نہیں ہو سکتا۔ یہی اتباع دراصل طریقت ہے۔ یہ بات عالم و عارف کی صحبت میں پیدا ہوتی ہے' کتابوں سے پڑھ کر نہیں آتی اسی لئے قرآن کریم میں سورۂ فاتحہ میں بندوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مانگو کہ ہم کو محبوبوں کے راستہ پر چلا۔ پس طریقت سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ کسی خدا کے محبوب بندے کا دامن ہاتھ میں ہو۔

ایمان و یقین

سوال:۔ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب:۔ مسلمان وہ ہے کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کو دل و زبان سے تسلیم کرے اس پر عمل کرے اور اس کے ہاتھ پاؤں سے لوگ محفوظ رہیں۔

سوال:۔ منافق کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ منافق وہ ہے جس کی زبان اقراری ہو اور دل باغی۔ بخاری شریف میں اس کی ان علامتوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ جب بولے' جھوٹ بولے۔

۲۔ جب وعدہ کرے' وعدہ خلافی کرے۔

۳۔ جب امین بنایا جائے' خیانت کرے۔

۴۔ جب لڑے' گالیاں بکے۔

سوال:۔ کافر و مشرک کون لوگ ہیں؟

جواب:۔ کافر وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی لائی ہوئی چیز کا انکار کرے اور مشرک وہ ہے جو اللہ کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک کرے۔

سوال:۔ کیا کافر و مشرک کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ ملے گا؟

جواب:۔ اگر دنیا میں حاکم اپنے سرکش محکوم اور افسر اپنے سرکش ملازم کے نیک کاموں پر انعام دیتا تو شاید یہ ممکن ہوتا لیکن ایسا کبھی نہیں

ہوا بلکہ ہزار نیکیوں کے باوجود سرکش و باغی انسان کو اس کی سرکشی اور بغاوت کی پوری پوری سزا دی گئی۔

سوال:۔ ایمان کس کیفیت کا نام ہے؟

جواب:۔ بخاری شریف میں ہے کہ "یقین کل کا کل ایمان ہے" یعنی ایمان یقین کی مخصوص کیفیت و حالت کا نام ہے جس کا مرکز و محور ذات الٰہی ہے ــــ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق، احکام الٰہی بجا لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل و جان سے پیروی کرے جو اقرار کرتا ہے اور تصدیق نہیں کرتا، منافق ہے اور اس کا حال کافر سے بدتر ہو گا ــــ جو زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہے لیکن اس کے احکام بجا نہیں لاتا وہ فاسق ہے اور جو زبان سے اقرار کرتا ہے، دل سے تصدیق کرتا ہے اور احکام بھی بجا لاتا ہے مگر دین میں ایسی نئی بات نکالتا ہے جو معین شریعت نہیں بلکہ مخالف ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال:۔ ایمان مجمل اور ایمان مفصل کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ (الف) ایمان مجمل یعنی ان باتوں کی تصدیق جن میں ضروریات دین کی کچھ تفصیل نہ ہو اور وہ یہ ہیں:

امنت باللہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ

(ترجمہ) ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے قبول کئے اس کے تمام احکام۔

(ب) ایمان مفصل ان باتوں کی تصدیق جن میں ضروریات دین کی تفصیل موجود ہو اور وہ یہ ہیں:

امنت باللہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالٰی والبعث بعد الموت

(ترجمہ) ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی

کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ نیکی اور بدی کا اندازہ اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد اٹھنے پر ایمان لایا۔

ان کلمات کے بعد وہ کلمے بھی کہنے چاہئیں جن میں اس کی معبودیت اور پاکی وغیرہ بیان کی گئی ہے اور ان کی تصدیق کرنی چاہیے اور وہ مندرجہ ذیل چھ کلمے ہیں:

اول کلمہ طیبہ —— اس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

دوسرا کلمہ شہادت

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ

(ترجمہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تیسرا کلمہ تمجید

سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر و لا حول و لا قوہ الا باللہ العلی العظیم۔

(ترجمہ) پاک ہے اللہ تعالیٰ اور تمام تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور کوئی بھی قوت و طاقت بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ (کی مدد) کے بغیر (میسر) نہیں۔

چوتھا کلمہ توحید

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شی قدیر

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ اسی کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

پانچواں کلمہ استغفار

استغفر اللہ ربی من کل ذنب اذ نبتہ عمدا او خطاء سرا او علانیتہ و اتوب الیہ من الذنب الذی اعلم و من الذنب الذی لا اعلم انک انت علام الغیوب و ستار العیوب و غفار الذنوب و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیمہ

(ترجمہ) میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ سے جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر۔ چھپ کر کیا یا ظاہر ہو کر اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس گناہ سے جس کو میں جانتا ہوں اور اس گناہ سے بھی جس کو میں نہیں جانتا (اے اللہ) بے شک تو عیبوں کا جاننے والا اور عیبوں کا چھپانے والا اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے جو بہت بلند عظمت والا ہے۔

چھٹا کلمہ رد کفر

اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیاء و انا اعلم بہ و استغفرک لما لا اعلم بہ تبت عنہ و تبرات من الکفر والشرک والکذب والغیبتہ والبدعتہ والنمیمتہ والفواحش والبھتان والمعاصی کلھا و اسلمت و امنت و اقول لا الہ اللہ محمد رسول اللہ

(ترجمہ) "اے اللہ تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جانتے بوجھتے ہوئے تیری ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہراؤں اور تیری حفاظت چاہتا ہوں اس بات سے کہ ناواقفیت اور لاعلمی کی حالت میں مجھ

سے تیری جناب میں کسی شرک خفی کا ارتکاب ظہور میں آئے اپنی گزشتہ زندگی میں جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ان کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ کے لئے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اور خاص طور پر کفر' شرک' جھوٹ' غیبت' بدعت' چغل خوری' فحش کاری' بہتان طرازی اور افتراء پردازی اور ان جیسے دوسرے بڑے گناہوں سے بالخصوص بچنے کی توفیق تجھ سے طلب کرتا ہوں اور آخر میں زبان حال اور زبان قال سے تجدید ایمان کرتے ہوئے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔"

سوال:۔ کیا اخروی نجات کے لئے ایمان ضروری ہے؟

جواب:۔ جی ہاں ضروری ہے جس طرح دنیاوی معاملات میں دنیاوی حاکموں کے حکم پر چل کر ہی انسان ناگہانی مصیبتوں سے بچا رہتا ہے اور سرتابی کی صورت میں خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو عقوبت و سزا سے بچ نہیں سکتا اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس ایمان نہیں اور وہ دنیا بھر کی نیکیاں کرتا ہے تو یہ نیکیاں کسی حساب میں نہیں کہ اصل نیکی اطاعت و بندگی ہے۔

سوال:۔ کیا باطل کی قوتوں کے خلاف جہاد ضروری ہے؟

جواب:۔ باطل کی قوتوں کے خلاف جہاد جزو ایمان ہے۔ ممکن ہو ہاتھ سے جہاد کرے ورنہ زبان سے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے تو برا جانے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

سوال:۔ کیا نیکی و بدی اور خیر و شر سب اللہ کی طرف سے ہے؟

جواب:۔ جی ہاں' سب اسی کی جانب سے ہے لیکن نیکی کو اس کی طرف نسبت دینی چاہیے اور بدی کو اپنی طرف ـــــ اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک حاکم اعلیٰ' ماتحت حاکم کو اختیار دیتا ہے اور وہ اس اختیار کو نیک کاموں کے بجائے برے کاموں میں صرف کرتا ہے' تو اب برے کاموں کی نسبت اس نافرمان ماتحت حاکم

ہی کی طرف کی جائے گی لیکن جس اختیار سے وہ برے کاموں پر قادر ہوا وہ بہرحال حاکم اعلیٰ کا دیا ہوا تھا اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اچھے اور برے کام حقیقتاً حاکم اعلیٰ کی طرف سے ہیں مگر کوئی معقول انسان حقیقتاً ان برے کاموں کا ذمہ دار حاکم اعلیٰ کو نہیں ٹھہرا سکتا۔

سوال:۔ آپ کہتے ہیں کہ انسان بااختیار ہے مگر بعض اوقات تو بالکل مجبور معلوم ہوتا ہے، تو آخر انسان مجبور ہے یا مختار؟

جواب:۔ انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔

سوال:۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ متضاد باتیں ایک چیز میں جمع ہو جائیں؟

جواب:۔ بالکل ممکن ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً ایک حاکم اعلیٰ نے ماتحت افسر کو کچھ اختیارات دیئے وہ افسران اختیارات کی حدود میں یقیناً مختار ہے مگر حدود سے باہر مجبور ہے۔ پس اگر ماتحت افسر سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو حاکم اعلیٰ اس غلطی کے بارے میں بازپرس کرے گا جو اس کے دائرۂ اختیار میں ہے اور یہ بازپرس کرنا عین تقاضائے عدل ہے۔
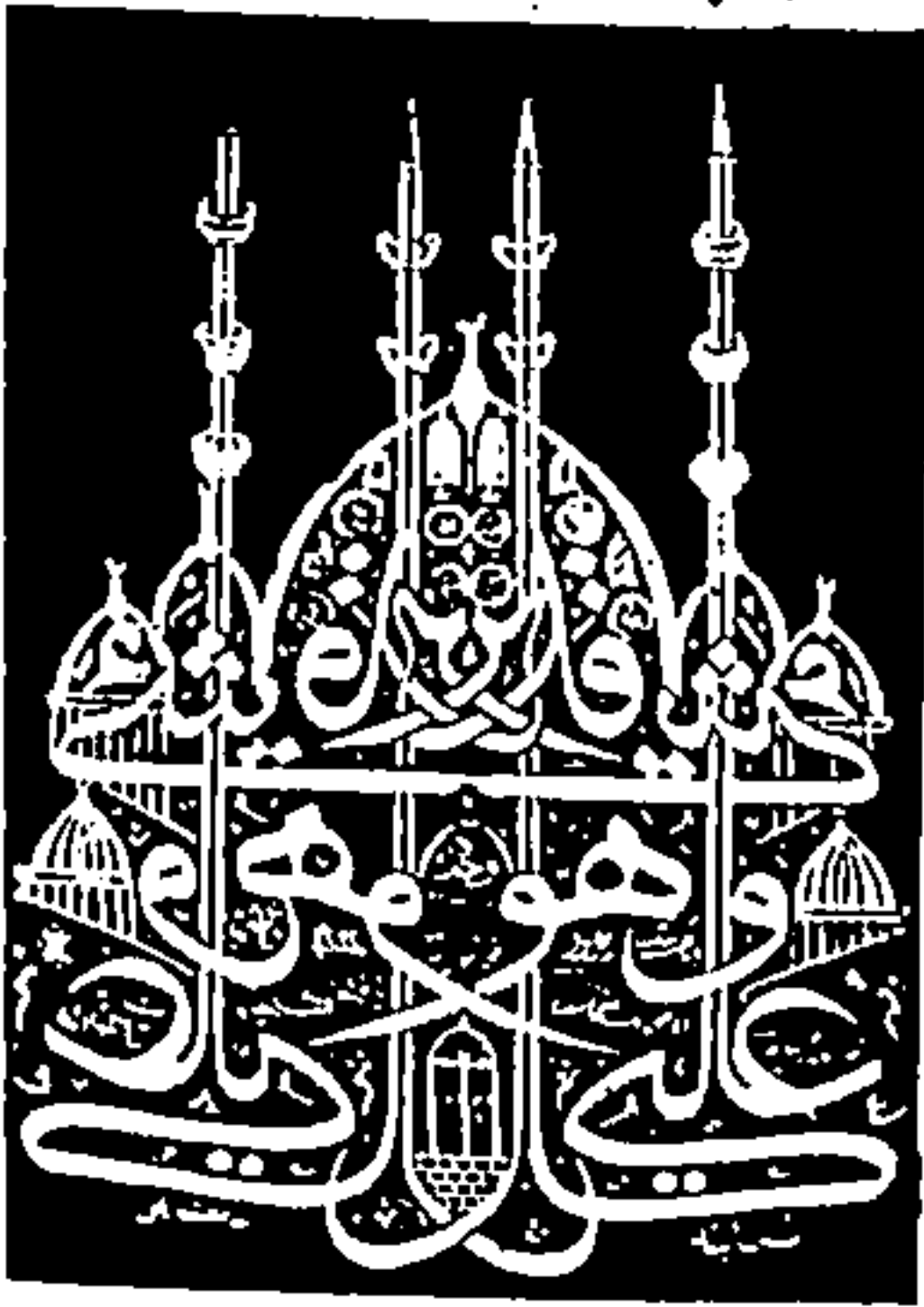
اہل بیت و اصحاب

سوال:۔ اہل بیت میں کون کون سی ہستیاں شامل ہیں؟

جواب:۔ اولاد اور ازواج رسول علیہ الصلوۃ والسلام اہل بیت میں شامل ہیں۔ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور حضرات حسنین علیہما السلام شامل ہیں۔ ازواج مطہرات بدرجہ اولیٰ اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔

سوال:۔ کیا اہل بیت کی محبت حسن عاقبت کے لئے ضروری ہے؟

جواب:۔ بے شک ضروری ہے۔ ان کی محبت درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت ہے اور ظاہر ہے آپ کی محبت پر حسن عاقبت کا دارومدار ہے۔

سوال:۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا کیا مقام ہے؟

جواب:۔ آپ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت عائشہ صدیقہ' حضرت مریم' حضرت آسیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن افضل ترین عورتوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

سوال:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرتبے بھی بتا دیجئے۔

جواب:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے فرمایا ہے کہ وہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں --- اور بھی احادیث آئی ہیں۔

سوال:۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بیت سے ہیں اور افضل ترین عورتوں میں؛ آپ کا شمار ہوتا ہے لیکن بعض لوگ آپ پر لعن طعن کرتے ہیں۔

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بعض لوگوں نے آپ کو متہم کیا تھا لیکن قرآن کریم میں ان کے لئے سخت وعید آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ملعون قرار دیا جو آیات برات کے بعد بھی باز نہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرافت و بزرگی پر قرآن کریم گواہ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کس کی گواہی ہوگی؟

جو لوگ اب بھی لعن طعن کرتے ہیں وہ اس ناخلف اور سرکش اولاد کی مانند ہیں جو اپنی ماں سے بے زار ہے۔ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دیا ہے۔ وازواجہ امھتھم (الاحزاب ۲۱:۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مسلمانوں کی محبت کا مرکز ہے جس سے جتنا آپ کو تعلق ہے اس سے اتنی ہی محبت ہونی چاہیے۔ یہ ایمان اور محبت کا تقاضا ہے۔ لیکن خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم جذبات نفسانی سے مغلوب ہو کر اس مرکز کو منتقل کرتے ہیں۔ پھر ہماری نگاہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت اوجھل ہو جاتی ہے۔

ازواج مطہرات کے لئے تو خود قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:
"نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی ایک کی مثل نہیں ہو" (یعنی عورتوں میں بے مثال ہو) (احزاب ۳۲-۳۳)

سوال:۔ بعض لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور سینہ کوبی اور سینہ زنی کرتے ہیں اور، آہ و بکا بھی کرتے ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں جائز ہیں؟

جواب:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں مجلسیں

منعقد کرنا تو بہت ہی اچھی بات ہے لیکن چونکہ خود اہل بیت اطہار نے سینہ کوبی اور سینہ زنی کی ممانعت فرمائی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا ہے اس لئے یہ اچھی چیز نہیں' مسلمانوں کو اس عمل سے پرہیز کرنا چاہئے۔

وصال سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اور مجھے گریہ' فریاد اور نالہ سے آزار نہ دینا۔"

(ملا باقر مجلسی: حیات القلوب ص ۱۰۵)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

"یا رسول اللہ! اگر آپ نے صبر کا حکم نہ فرمایا ہوتا اور جزع فزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آج آنکھوں اور دماغ کا پانی رو رو کر خشک کر دیتے۔"

(نہج البلاغۃ' جلد اول' ص ۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی:

"اے فاطمہ! میری رحلت پر اپنا چہرہ نہ چھیلنا' گیسو پراگندہ نہ کرنا' واویلا نہ کرنا' نوحہ نہ کرنا' نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔"

(حیات القلوب' ج ۲' ص ۵۳۸' ۸۵۲۔
جلاء العیون' ص ۳۳۔ فروع کافی' ج ۲' ص ۲۲۸)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت فرمائی:

"جب میں شہید ہو جاؤں تو خبردار میرے غم میں گریبان چاک نہ کرنا اور نہ سینہ پیٹنا' نہ منہ پیٹنا۔"

(اولاد بلگرامی: ذبح عظیم' دہلی' ص ۲۳۸)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ملتا ہے:

"جو لوگ اپنی عورتوں کو ماتم و نوحہ کی مجالس میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور باریک کپڑا پہننے سے منع نہیں کرتے ایسے لوگوں کو اوندھا ڈال کر اور کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔"

(فروع کافی' ج۲' ص۲۲۳ بحوالہ جلاء العیون)

احادیث میں سینہ کوبی اور سینہ زنی کرنے والوں کے لئے بڑی وعید آئی ہے پھر آل رسول علیہ السلام اس کو کیسے جائز کر سکتی تھی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں یہ حدیث ہے:

"وہ شخص امت محمدیہ سے خارج ہے جو اپنے گالوں کو پیٹے' گریبانوں کو پھاڑے اور جاہلیت کے بول بولے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث مسلم شریف' بخاری شریف اور مشکوۃ شریف میں ملتی ہے جس میں نوحہ اور ماتم کرنے والوں اور سننے والوں پر لعنت کی ہے۔

فی الحقیقت مسلمان کو وہی راستہ اختیار کرنا چاہئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم' اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے عمل سے ظاہر ہے۔

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے خوب فرمایا ہے:

"دشمنوں کو معاف کرنا ہمارا کام ہے اور یہ ورثہ ہمیں آل یعقوب سے ملا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرنا ہمارا شیوہ ہے جو آل ایوب سے ہم نے وراثت میں پایا ہے۔"

(فروع کافی: ج۳' ص۱۴۴' حیات القلوب' ج۱' ص۱۴۳' ۲۲۸)

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی بے صبری کے کام یہ ہیں:

"واویلا کرنا' چیخنا' چہرہ اور سینہ کوبی کرنا' سر اور پیشانی کے

بال نوچنا اور جس نے نوحہ و ماتم کرنے والوں کو لا کھڑا کیا
اس نے صبر کو ترک کیا اور طریق اسلام کے خلاف اور
طریقہ اختیار کیا اور جس نے صبر کیا اور اللہ کی تقدیر پر
راضی رہا' وہ رحمت الٰہی کا سزاوار اور مستحق اجر ہوا اور
جس نے صبر نہ کیا اس کے اعمال اللہ تعالیٰ ضائع کر دے
گا۔"

(حیات القلوب' ج۲' ص۸۰۳' ۸۰۴' ۸۲۲)

مندرجہ بالا تمام احادیث اور اقوال آل رسول علیہ الصلوۃ السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سینہ کوبی و سینہ زنی بلکہ ہر وہ عمل جس سے بے صبری ظاہر ہوتی ہو آل رسول کے نزدیک اچھا نہیں۔

درحقیقت سینہ کوبی' سینہ زنی کرنا محبت نہیں بلکہ اپنی زندگی کو آل رسول علیہ الصلوۃ السلام کی زندگی کے سانچہ میں ڈھالنا سچی محبت ہے۔
پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ سید الشہداء حضرت امام رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں جس مصیبت و تکلیف سے دوچار ہوئے وہ آنی تھی۔ اس کے بعد محبوبیت اور سیادت کا تاج آپ کے فرق مبارک پر رکھا گیا' ایسی حالت میں سینہ کوبی کرنا اور بھی نامعقول معلوم ہوتا ہے' ہاں وہ لوگ جنہوں نے آپ کو شہید کیا قیامت تک آہ و بکا کریں کہ انہوں نے وہ گناہ کیا ہے جس کا داغ دھل نہیں سکتا۔

اہل محبت میں اگر کوئی ماتم کرتا ہے تو اس کو سمجھایئے کہ اس کی نظر میدان کربلا سے آگے نہ بڑھی اور اس نے خاک و خون کربلا کی شفق سے آفتاب درخشاں ابھرتا ہوا نہیں دیکھا۔ اس سے کہئے کہ شب تیرہ کا ماتم نہ کرو' صبح فروزاں کو خوش آمدید کہو اور اس کی چمک سے خاکدان تیرہ کو چمکاؤ اور فخر سے دنیا کے سامنے کہو کہ ہم وہ ہیں جو ظلم و استبداد کے خلاف اٹھتے ہیں تو جان کو جان نہیں سمجھتے۔ ہم طوفان بن کر اٹھتے ہیں اور سیلاب بن کر چھا جاتے ہیں — ہم حق گو ہیں' ہم حق

آگاہ ہیں۔

سوال:۔ صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ جو شخص ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا ہو اس کو صحابی کہتے ہیں۔

سوال:۔ کیا ان سے محبت کرنا بھی ضروری ہے؟

جواب:۔ ہر اس شخص سے محبت کرنا ضروری ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے محبت فرمائی۔

سوال:۔ کیا قرآن و حدیث میں بھی صحابہ کے لئے کچھ ہدایات آئی ہیں؟

جواب:۔ قرآن کریم میں مہاجر و انصار کے لئے آیا ہے' رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے ـــــ جب خدا ان سے راضی ہو تو پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ ان سے ناراضگی کا اظہار کرے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور جو دشمنی کرتا ہے وہ میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کرتا ہے جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو تکلیف دی اور جس نے خدا کو تکلیف دی پس قریب ہے کہ خدا اس سے مواخذہ فرمائے۔"

(مشکوٰۃ شریف)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی محبت کو اپنی محبت اور صحابہ کی دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دیا۔ اس لئے مسلمانوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا پورا پورا احترام کرنا چاہیے۔

سوال:- خلفاء اربعہ کن کن صحابیوں کو کہتے ہیں؟
جواب:- حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلفاء اربعہ کہتے ہیں۔
سوال:- مسلمانوں میں ایک فرقہ بعض خلفاء کے خلاف اور ان سے بدگمان ہے، کیا یہ بدگمانی صحیح ہے؟
جواب:- بدگمانی تو ایک معمولی مسلمان کے ساتھ بھی جائز نہیں چہ جائیکہ جلیل القدر خلفاء و صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ہماری محبتوں کا مرکز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے جن سے آپ کو انسیت و محبت ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ جانثارانہ برتاؤ کیا ہے وہ یقیناً محبت کے لائق ہیں اور ان کی محبت جزو ایمان ہے۔

خلفاء اربعہ کے درمیان بڑی چاہت اور محبت تھی اور اس کی وجہ یہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب کا فداکارانہ تعلق تھا۔ حضرت علی کرم اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے فرمایا:

اما مان قاسطان عادلان کانا علی الحق و ما تا علی الحق۔

"یہ دونوں پیشوا عادل و منصف تھے، سچائی پر تھے اور سچائی ہی پر انہوں نے وصال فرمایا۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے فرماتے ہیں:

ولعمری وا ان مکانھما فی الاسلام لعظیم

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی ج ۴، ص ۴۸۶ طبع طہران ۱۲۷۹ھ)

ترجمہ: "اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً اسلام میں ان

دونوں کا مقام بہت عظیم ہے۔"
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہ کے لئے فرمایا:

لو لا علی لھلک العمر

"اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔"

الغرض ان حضرات میں کوئی رنجش و کدورت نہیں تھی اور ہوتی بھی کیسے جب اسلام میں کینہ پروری کی سخت ممانعت ہے اور اس کے لئے سخت وعید ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جو باتیں ان کے آپس میں نہ ہوں وہ خواہ مخواہ پیدا کر کے اپنی عاقبت خراب کرے۔

سوال:۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں بعض حضرات کو اعتراض ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ اعتراض ان مسلمانوں کو ہونا چاہئے تھا جو آپ کے زیر خلافت رہے۔ کیوں کہ خلافت کا براہ راست تعلق انھیں سے تھا۔ اب کسی کا اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے عرصہ دراز کے بعد ایک ملک کا کوئی فرد صدیوں پہلے گزرے ہوئے کسی بادشاہ کے خلاف آواز بلند کرے۔ ایسا نامعقول انسان نظر نہیں آتا۔ پھر جیساکہ ابھی عرض کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چونکہ جلیل القدر صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ آپ پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے لئے واضح ارشاد نہیں فرمایا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا میلان طبع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کی طرف تھا۔ مندرجہ ذیل حقائق اس امر کی وضاحت کے لئے کافی ہیں:

۱۔ وصال سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس

رضی اللہ عنہ کی سالی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے جو آپ کی زوجہ مطہرہ تھیں لیکن پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے آئے اور آخر وقت تک یہیں قیام فرمایا۔

۲۔ وصال سے قبل ضعف و نقاہت کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام بنایا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اچانک وصال نہیں ہوا بلکہ آپ علیل رہے اور اس دوران میرے ہوتے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے امامت کرائی (یعنی اگر مجھے جانشین بنانا ہوتا تو قولاً' عملاً یا کم از کم اشارۃً کچھ فرماتے اس کے لئے علالت کا وقفہ کافی تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا) اس لئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مسلمانوں نے آپ سے بیعت کی اور میں نے بھی ان کے ساتھ بیعت کر لی فبایعہ المسلمون و با یعتہ معھم' (کنزالعمال' طبع قدیم' ج۶' ص۸۲ ملخصاً")

حیات القلوب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت ملتی ہے جس کے راوی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

"جو شخص میرے بعد والی امر ہو میں اسے خدا کی یاد دلاتا ہوں۔" (ص:۸۵-۱)

اس روایت سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حتمی طور پر کسی کا نام نہ لیا تھا اور وہ جو واقعہ قرطاس کے پیش نظر اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے' بے حقیقت ہے کیونکہ اگر آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں وصیت کرنی ہوتی تو ایام صحت میں ارشاد فرما دیتے' یہ بات اتنی معمولی نہ تھی کہ وقت وصال اس کا اظہار کیا جاتا۔ لیکن یہ شاہان عالم کی رسم کہن تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل نہ فرمایا۔

سوال:۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس بناء پر فضیلت حاصل ہے؟

جواب:۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی کئی وجوہات ہیں من جملہ ان کے چند یہ ہیں:

۱۔ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول فرمایا۔

۲۔ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خدمت و رفاقت کے لئے منتخب فرمایا۔ آپ کی رفاقت کی شہادت خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

۳۔ آپ کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ مطہرہ تھیں جن کے زانوں پر حضور علیہ السلام نے وصال فرمایا۔

سوال:۔ کیا خلفاء اربعہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داریاں بھی تھیں؟

جواب:۔ جی ہاں، جیساکہ ابھی عرض کیا گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاجزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاجزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما رہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب صاجزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے یعنی ابو طالب کے صاجزادے۔

اگر یہ نسبتیں قدر و منزلت کے لائق ہیں تو پھر سب کی قدر و منزلت کی جانی چاہئے ــــ محبت میں حکومت و سیاست کو دخل نہیں، وہ ان

چیزوں سے بے نیاز ہے' مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی محبت کو سیاست و حکومت میں آلودہ نہ کرے بلکہ پاک صاف رکھے۔

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ داماد رسول علیہ السلام نہ تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ ابھی ابھی عرض کیا گیا ہے کہ آپ داماد رسول علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔ چنانچہ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاجزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی ازواج تھیں۔ (ج ۲' ص ۸۶۳' ۹۵۰' ۹۸۹) پہلی اور دوسری صاجزادی کے عقد سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ بعض لوگ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعن طعن کرتے ہیں' کیا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب:۔ انسان کا نفس آزاد ہے جس پر چاہے لعن طعن کرے' لیکن یہ بڑی جرات کی بات ہے اور مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان پر لعن طعن کرے چہ جائیکہ صحابہ اور وہ بھی جلیل القدر صحابہ (معاذاللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے دشمن پر لعنت نہ بھیجی اور یہ فرمایا کہ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس مسلمان کا عمل خصوصاً عاشق اہل بیت کا عمل سنت کے خلاف نہ ہونا چاہیے۔

دنیا میں ہزاروں مذاہب اور فرقے بستے ہیں مگر کوئی فرقہ ایسا نہیں جس نے دوسرے فرقہ کے اکابر پر لعن طعن کو اپنا شعار بنایا ہو۔ مسلمانوں کو مشرکین سے سخت اختلاف ہے لیکن نہ ان کی مجلسوں میں اور نہ ہماری مجلسوں میں دشنام طرازیوں اور لعن طعن کا کوئی سلسلہ ہے۔ یہی حال یہود و نصاریٰ کی محفلوں کا ہے۔ لعن طعن والی بات نامعقول بھی ہے اور ناشائستہ بھی اور جاہلانہ بھی۔ اسی لئے اس جدید دنیا میں ایسی نامعقولیت کہیں نظر نہیں آتی۔

اگر کوئی مسلمان اتنا تنگ نظر اور تنگ حوصلہ ہے تو اس کو غور کرنا

Marfat.com

چاہئے کہ ہر انسان اپنے ساتھیوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے اگر ہم نے صحابہ کو برا بھلا کہا (معاذاللہ) تو غیر مسلم سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ جب رفیقوں کا یہ حال ہے تو ہم کیسے سمجھ لیں کہ وہ نبی محترم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا ہی تھا جیسا تم کہتے ہو؟ــــ گویا ہم اپنی ناعاقبت اندیشی سے اسلام کے ستونوں کو منہدم کر رہے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ صحابہ کی عظمت کو اجاگر کریں کہ اسلام کی عظمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے وابستہ ہے۔

سوال:۔ بعض لوگ خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اولیت دیتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ دور قدیم کا انسان طبعاً" وراثت پرست تھا اور اس ذہنیت نے شاہ پرستی کو جنم دیا تھا، ایک بادشاہ مرتا، اس کا بیٹا اس کا جانشین بنا دیا جاتا، اسلام نے شاہ پرستی اور وراثت پرستی کی اس سیاست کو ختم کیا، یہ بڑا انقلاب تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہنے میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ کے بعد دستور قدیم کے مطابق آپ کے فرزند گرامی کو خلیفہ بنا دیا جاتا اس لئے جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیا کہ آپ "ابتر" ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں "ابتر" تو وہ ہیں کہ اب ان کی شاہ پرستی کی سیاست ابتر ہو چکی ہے اور دنیا نے دیکھا کہ وہ سیاست واقعی ابتر ہو چکی اور ہو رہی ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی اولیت میں یہی ذہنیت کارفرما ہو۔ بہرکیف مسلمانوں پر لازم ہے کہ خلفاء نے جس چیز کو اپنے لئے پسند نہ فرمایا اور خاموش رہے، ہم بھی خاموش رہیں اور خواہ مخواہ مدعی بن کر گمراہ نہ ہوں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ان میں سے کسی کو عہدے کی تمنا نہ تھی، ان کی معاشرت اس پر گواہ ہے۔ جس کو

لالچ ہوتا ہے وہ دوڑتا پھرتا ہے۔ یہ حضرات ان آلائشوں سے پاک تھے۔
مجتہد شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبری نے اپنی کتاب احتجاج طبری میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت اسامہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے دریافت کیا "فھل بایعتہ؟" کیا آپ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کرلی ہے؟ تو حضرت نے فرمایا "فقال نعم" ہاں بیعت کرلی ہے۔
(احتجاج الطبری، مطبوعہ مشہد ۱۳۰۲ھ، ص۵۰)
اس لئے خلافت کے بارے میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اولیت دیتے ہیں وہ خود حضرت علی کی منشاء کے خلاف کرتے ہیں۔

مجتہدین اولیاو علماء

سوال:۔ کیا مسلمان کے لئے تقلید ضروری ہے؟

جواب:۔ تقلید تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے بلکہ دیکھا جائے تو ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ دنیا کی تمام ترقیوں کا دارومدار اسی تقلید پر ہے۔ اگر انسان تقلید نہ کرے تو اس کے لئے چلنا پھرنا' پہننا' اوڑھنا' کھانا پینا اور سوچنا اور سمجھنا مشکل ہو جائے۔ جب تقلید کے بغیر عام زندگی گزارنا مشکل ہے تو مذہبی زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے؟ قرآن حکیم میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے' اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجتہدین کرام کی تقلید کریں۔

سوال:۔ مجتہدین کون لوگ ہیں؟

جواب:۔ مجتہدین تو بہت گزرے ہیں مگر یہ چار مشہور ہیں یعنی:

۱۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (آپ کے پیرو حنفی کہلاتے ہیں)

۲۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ (آپ کے پیرو شافعی کہلاتے ہیں)

۳۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ (آپ کے پیرو مالکی کہلاتے ہیں)

۴۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (آپ کے پیرو حنبلی کہلاتے ہیں)

مسلمان مختار ہیں جس امام کی چاہیں پیروی کریں۔

سوال:- کیا سب مجتہد حق پر ہیں؟

جواب:- جی ہاں' سب حق پر ہیں کیونکہ سب ہی نے علوم قرآن و حدیث میں امکان بھر غور و فکر کر کے بڑی تحقیق سے مسائل نکالے ہیں اور اسلامی فقہ کو مرتب کیا ہے' یہ ان حضرات کا ہم مسلمانوں پر احسان عظیم ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق قرآن کریم جمع کیا' محدثین فقہاء نے حدیث و فقہ کی تدوین کی۔ ایسی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی' کسی مذہب میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا جو محدثین کرام اور فقہائے عظام نے کیا ہے۔

سوال:- کیا مجتہدین میں کسی نہ کسی کی پیروی ضروری ہے؟

جواب:- جی ہاں' ضروری ہے کیونکہ اتنا وقت کس کے پاس ہے کہ خود قرآن کریم میں غور و خوض کر کے مسائل نکالے اور پھر ان پر عمل کرے۔ آج کل تو قرآن پڑھنا مشکل ہو گیا ہے قرآن فہمی کی بات تو بہت اونچی ہے۔ اس کے لئے تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

سوال:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف قرآن حکیم تھا اور کوئی چیز نہ تھی تو پھر ہمارے لئے اتنے سارے دینی علوم کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:- عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسرے علوم کی اس لئے ضرورت پیش نہ آئی کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جس کو جس مسئلے میں جب ضرورت پیش آئی پوچھ لیا لیکن عہد نبوی کے بعد اسلام کا حلقہ وسیع ہوا اور بہت سی عجمی قومیں مشرف باسلام ہوئیں اور اسلام کے خلاف دشمنوں نے ہاتھ پیر نکالے اور نئے نئے حوادث رونما ہوئے تو آئمہ مجتہدین اس طرف متوجہ ہوئے اور تفسیر' حدیث و فقہ کا ایک قابل قدر ذخیرہ فراہم کیا۔

سوال:۔ اہل سنت و جماعت میں کون لوگ ہیں؟
جواب:۔ وہ مسلمان جو سلف صالحین کے راستے پر گامزن اور محبت و الفت اور جاں نثاری و فداکاری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ثابت قدم ہیں۔
سوال:۔ کیا علوم ظاہری کے مقابلے میں علوم باطنی بھی ہیں' بعض لوگ انکار کرتے ہیں؟
جواب:۔ تنگ نظری کی بناء پر ہم ہر اس چیز سے انکار کر دیتے ہیں جس کو ہماری آنکھ نہیں دیکھتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بدن کے ہوتے ہوئے روح بھی ہے اسی طرح علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی بھی ہیں اور جس طرح علوم ظاہری سے ظاہری احوال ٹھیک ہوتے ہیں اسی طرح علوم باطنی سے باطنی احوال ٹھیک ہوتے ہیں۔ علم ظاہر تو ہر عالم کے پاس مل جاتا ہے مگر علم باطن ہر کس و ناکس کے پاس نہیں ملتا۔ اس کے حامل حضرات اہل اللہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل اللہ کی پہچان یہ ہے کہ ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ و پیراستہ ہو' ان کا قول و عمل سنت کے مطابق ہو اور اعتقاد صحیح کے ساتھ ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت ہو۔ ایسا انسان میسر آ جائے تو اس کے دامن سے وابستہ ہو کر علوم باطن حاصل کریں۔
سوال:۔ پیر کے لئے کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟
جواب:۔ پیر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقیدہ سنی ہو' علوم شریعت سے اتنا واقف ہو کہ ضرورت کے مطابق مسائل معلوم کر سکے۔ صاحب اجازت ہو اور اس کا سلسلہ طریقہ متصل ہو منقطع نہ ہو۔ پیر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تارک دنیا اور گوشہ نشین ہو' وہ ہنر پیشہ بھی ہو سکتا ہے' تاجر بھی ہو سکتا ہے' ملازم پیشہ والا بھی ہو سکتا ہے' حاکم و بادشاہ بھی ہو سکتا ہے' فقیر و مسکین بھی ہو سکتا ہے' یہ عطائے ربانی ہے جس

کو جہاں چاہے نواز دے۔ ہاں جاہل ولی کامل نہیں ہو سکتا۔

سوال:۔ کیا ان حضرات کی پیروی بھی ضروری ہے؟

جواب:۔ جی ہاں' کامیاب زندگی گزارنے کے لئے ان کی پیروی بھی ضروری ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جس نے ان حضرات کی پیروی کی وہ خسارے میں نہیں رہا بلکہ زندگی میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس تاریخی حقیقت سے بڑھ کر اور کون سی شہادت ہوگی؟ اس کے علاوہ خود قرآن کریم میں سورۂ فاتحہ میں اس طرف متوجہ کیا گیا ہے ان کی پیروی عین منشائے ربانی ہے۔

سوال:۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ نے قرآن و حدیث سے تجاوز کیا ہے اور شریعت کے راستے سے ہٹ گئے۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:۔ ہرگز ایسا نہیں' حقیقت حال یہ ہے کہ لوگوں کو اولیاء اللہ کی پہچان میں مغالطہ ہو گیا۔ انہوں نے اپنے معیار کے مطابق کسی کو ولی سمجھ لیا۔ پھر اس سے خلاف شرع امور دیکھے تو مشہور کر دیا کہ اولیاء اللہ نے قرآن و حدیث سے تجاوز کیا ہے حالانکہ جو قرآن و حدیث سے تجاوز کرے وہ ولی تو ولی مسلمان بھی نہیں رہتا۔

ہاں یہ بات ضروری ہے کہ بعض اوقات دیکھنے میں بعض باتیں خلاف شرع محسوس ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں نہیں ہوتیں تو ایسے امور میں خاموشی اختیار کی جائے خصوصاً جب کہ یہ معلوم ہو کہ وہ شریعت پر سختی کے ساتھ قائم ہے اور اس سے کبھی خلاف شرع امر سرزد نہیں ہوا اور نہ اس نے کبھی خلاف شرع بات گوارہ کی۔

سوال:۔ کتنے اولیاء اللہ گزرے اور ان کے قائم کردہ مشہور سلسلوں کے کیا کیا نام ہیں؟

جواب:۔ اولیاء اللہ کا کوئی حد و شمار نہیں' اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے اولیاء اللہ پیدا ہوئے' کتنے اب ہیں اور کتنے آئندہ ہوں گے۔

فارسی' عربی اور اردو کی بے شمار کتابوں میں ان میں سے ہزاروں کے حالات لکھے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ نیک انسان کے حالات زندگی میں عجب تاثیر ہوتی ہے۔ جس طرح اس کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں اسی طرح اس کے حالات بھی تاثیر سے خالی نہیں۔

مختلف اولیاء اللہ کی نسبت سے بے شمار سلاسل طریقت وجود میں آئے جن میں سے یہ چار مشہور ہیں:

قادریہ : یہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

سہروردیہ: یہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

چشتیہ : یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

نقشبندیہ : یہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

مندرجہ بالا سلاسل میں یا کسی دوسرے سلسلے میں جہاں کہیں کوئی مرد کامل نظر آئے اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔ جس طرح شاگردی اور تلمذ کے بغیر علم ظاہر نہیں ملتا اسی طرح بیعت و ارادت کے بغیر علم باطن نہیں ملتا مگر جس پر اللہ کا فضل ہو جائے۔

سوال:- یہ جو کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ انسان کی تقدیر پلٹ دیتے ہیں' یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:- تقدیر تو اللہ ہی پلٹ سکتا ہے' ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض برگزیدہ بندوں کو لامحدود اختیارات سے نوازا ہے پس وہ ان

اختیارات سے جس طرح چاہتے ہیں کام لیتے ہیں۔ جس طرح دنیا میں سربراہ مملکت ماتحت وزیروں کو اختیارات دیتا ہے اور وہ ان اختیارات کو استعمال کرتے ہیں تو دیکھنے میں تو وہ صاحب اختیار معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اختیار سربراہ مملکت ہی کا ہے۔ اسی طرح اختیار تو اللہ ہی کا ہے اب وہ جس کو چاہے اپنے کرم سے مختار بنا دے۔

سوال:۔ کیا دین اسلام میں تبلیغ ضروری ہے؟

جواب:۔ تبلیغ کی تو ہر وقت ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ، تابعین، تبع تابعین پھر صلحاء امت اور علماء اسلام نے اس فریضہ کو انجام دیا ہے۔ اگر حضرات صوفیاء اور علماء تبلیغ نہ فرماتے تو آج دنیا میں اسلام کو فروغ نہ ہوتا جو ہم دیکھ رہے ہیں، یہ انہیں کی کوششوں کی برکت ہے جس کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

سوال:۔ تبلیغ مشرکوں اور کافروں کو کی جائے یا مسلمانوں کو بھی؟

جواب:۔ حقیقی تبلیغ تو یہی ہے کہ کفار و مشرکین میں دین اسلام کو پھیلایا جائے لیکن اگر اتنی ہمت نہیں تو پھر ان مسلمانوں کی حالت درست کی جائے جو دین سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ یہ بھی ایک دینی خدمت ہے لیکن اس میں ذرا غرور اور گھمنڈ نہ ہونا چاہئے۔ جس کو اپنی نیکی پر غرور و تکبر ہوا وہ خدا کی نظر میں حقیر ہوا اور یہ بھی خیال رہے کہ علماء اہل سنت میں صحیح العقیدہ جو بھی عالم ہو اس کی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب مشرکوں کو تبلیغ کی ضرورت نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب:۔ مشرکین کو تبلیغ کی تو ہر وقت ضرورت ہے۔ اس وقت تک جب تک کہ وہ کافر و مشرک ہیں۔ البتہ یہ بات الگ ہے کہ ہمتیں اتنی پست ہو گئی ہیں کہ کفار کے سامنے اسلام پیش کرتے ڈر لگتا ہے جو ضعف ایمان کی دلیل ہے اور اس پر یہ تاویل کہ اب ضرورت نہ رہی سخت بے حیائی کی بات ہے۔

سوال:- کیا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں سے بے پرواہ ہو کر تبلیغ کے لئے نکلیں؟

جواب:- پہلے اہل و عیال کی خبر لو' والدین ضعیف ہیں تو ان کی خدمت بہت ضروری ہے' یہ مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں' عین مذہب ہے مگر بہت سے لوگ اس کو سمجھتے نہیں اور بے عقلی کی وجہ سے اس کو دنیا کی باتیں سمجھتے ہیں وہ شخص جو بال بچوں اور والدین کی خدمت سے بے نیاز ہو کر تبلیغ کے لئے نکلا وہ گنہگار ہے۔ ہاں اگر ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکا ہے تو بے شک' تبلیغ کے لئے جائے اور اہل اللہ اور صلحائے امت نے جو صراط مستقیم دکھایا ہے اس کی طرف بلائے اور خود اس پر چلنے کی کوشش کرے اور جو لوگ ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں تو ان سے پوچھ لے کہ ان پر شریعت کی کوئی اور ذمہ داری تو نہیں تاکہ نہ وہ گنہگار ہوں اور نہ ان کے رفیق سفر گنہگار ہوں۔ ہاں محلے والوں اور پڑوسیوں کو بہرصورت تبلیغ کرنی چاہئے اس کے لئے کوئی شرط نہیں بلکہ یہ ایک دینی فرض ہے۔

دُوسرا حصّہ

عبادات

پہلا باب

شرع کے حکموں کے بیان میں

انسانی زندگی کی تعمیر و تشکیل میں اقوال و اعمال خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ افعال و اقوال ک انبوہ کہ میں خوب و ناخوب کا صحیح انتخاب حقیقی سعادت کا ضامن ہے۔ اس انتخاب کی بنیاد اگر تجربات پر رکھی جائے تو اس کے لئے صدیاں درکار ہیں۔ شریعت مطہرا کا نوع انسانی پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اس گتھی کو بڑی آسانی کے ساتھ سلجھا دیا اور تجربے کی مشقت سے آزاد کر کے براراست عمل پر لگا دیا۔

حقیقی آزادی مہذب پابندیوں کی ایک صورت ہے۔ پسندیدہ اور ناپسندیدہ اقوال و اعمال کو پابندیوں کے ذریعہ علیحدہ کیا جاسکتا ہے جس کو تکلیفات شرعیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان پابندیوں یا احکام کے مختلف مدارج ہیں ہم یہاں ان کو مختصراً بیان کریں گے تاکہ آئندہ ابواب میں جہاں کہیں ان کا ذکر آئے تو عمل کی اصل حیثیت معلوم ہو جائے۔

فرض [۱] وہ عمل جس کا کرنا انسان پر اللہ اور رسول نے ایسے الفاظ میں ضروری کر دیا ہو جس کا کھلا ہوا ایک ہی مطلب ہو اور الفاظ میں بھی اس کی طرف سے نہ ہونے کا شبہ نہ ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا عذاب۔ انکار کرنے والا کافر ہے۔ اس میں نقص ہونے سے تمام فعل ناکارہ ہو جاتا ہے۔

واجب یہ مثل فرض کے ہے لیکن یہ جن الفاظ میں معلوم ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا شبہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔۔۔۔ اگر کسی فعل کا واجب ترک ہو جائے تب بھی اس میں صرف نقصان آئے گا۔ [۲]

سنت جس کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ کیا ہو لیکن ہم پر واجب نہ کیا ہو۔ اس کے کرنے والے کو ثواب ہو گا نہ کرنے والا قہر خداوندی میں مبتلا اور حضور کی شفاعت سے محروم رہے گا اور اس کا ہلکا جاننے والا کافر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے کراہت آتی ہے گو وہ فعل ہو جاتا ہے۔

مستحب جس کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی کبھی کیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب پائیگا نہ کرنے والے کی کچھ پکڑ نہیں لیکن وہ فضیلت نہیں رہتی۔

نفل جو عبادت سوائے فرض وواجب کے ہو اس کا حکم مثل مستحب کے ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اس کی وجہ سے فرض ترک ہونے کا احتمال ہو تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔

حرام یہ مثل فرض ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں کرنے کا حکم ہے۔ یہاں نہ کرنے کا۔

مکروہ تحریمی یہ مثل واجب کے ہے۔ فرق یہاں بھی وہی کرنے نہ کرنے کا ہے اس کی وجہ سے اگرچہ فعل ہو جاتا ہے مگر اس کا مرتکب گنہ گار ہوتا ہے اور بعض حالات میں فعل ہی نہیں ہوتا۔

مکروہ تنزیہی جس کی ممانعت ادبا کی گئی ہو۔ باقی حکم مثل مستحب کے ہے۔ فرق وہی ہے۔

مباح جن چیزوں کے واسطے کسی طرح کا حکم نہ آیا ہو۔

دوسراباب

نجاست اور پاکی کے بیان میں

شریعت نے نہ صرف ظاہری صفائی کی تعلیم دی ہے بلکہ حقیقی طہارت و پاکیزگی پر زور دیا ہے۔ جو اصول صحت سے زیادہ قریب ہے. شریعت نے طہارت کے وہ معیارات پیش کئے جو عام نگاہوں سے اوجھل تھے اور جن کی حکمتوں کو سمجھنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے ہم طہارت و نجاست کے چند اصول و قواعد کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱)

اگر پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت ہو تو اس کو نہ روکو بلکہ فارغ ہو لو. پھر ڈھیلے وغیرہ سے نجاست خشک اور صاف کرلو یہ سنت ہے لیکن ایسی چیز سے نہ کرو جو حرمت والی اور نفع یا ضرر دینے والی ہو. یہ مکروہ تحریمی ہے. پھر پانی سے خوب اچھی طرح پاک کرو. اگر نجاست مخرج سے پھیلی نہیں ہے تو پانی سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر بقدر درہم پھیلی تو واجب اور اس سے زیادہ پھیلی تو فرض ہے۔

(۲)

آدمی کے بدن سے نکلنے والی وہ چیز جس سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے. شراب. حرام جانوروں اور گائے. بھینس. بطخ. مرغی. سانپ وغیرہ کا پیشاب یا پاخانہ نجاست غلیظہ ہے۔ [۳] اگر چونی کے وزن کے برابر لگ جائے تو معاف ہے. اس سے زیادہ کو دھویا جائے۔ [۴] گھوڑے اور حلال [۵] جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کا پاخانہ نجاست خفیفہ ہے. [۶] یہ اگر چوتھائی سے کم پر لگ جائے تو معاف

ہے۔ [۷] ان دونوں نجاستوں کو "حقیقی" کہتے ہیں اور جس سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے اس کو نجاست "حکمی" کہتے ہیں۔

(۳)

وضو اور غسل کے لئے مینہ اور زمین کا پانی ہونا چاہیے اگر چہ زیادہ ٹھیرنے یا کسی شے کے ملنے سے اس کے رنگ و بو اور مزے میں فرق آگیا ہو مگر پتلا پن باقی ہو اگر یہ پانی بہتا ہوا یا مقدار دہ دردہ [۸] کے ہو تب تو ناپاک چیز کے ملنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔ [۹]

(۴)

کنوئیں میں اگر جاندار گر کر مرجائے تو اگر پھول کر پھٹ گیا بشرطیکہ مثل آدمی کے ہو تو سب پانی نکالا جائے گا ورنہ بلی کے مثل جانور کے مرنے سے اسی کنوئیں کے چالیس پچاس اور چوہے کے مثل جانور مرنے سے بیس تیس ڈول نکالے جائیں لیکن پہلے جانور کو نکال لیا جائے۔ کنواں نجاست کے گرنے کے وقت سے ناپاک ہوتا ہے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو اگر جانور پھولا پھٹا نہیں تو ایک دن رات سے ورنہ تین رات دن سے اس کنوئیں کو ناپاک سمجھا جائے اور جو کپڑے اس کے پانی سے دھوئے گئے ان کو پھر دھویا جائے اور نمازیں لوٹائی جائیں۔

(۵)

حلال جانور۔ آدمی اور گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور حرام جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے اور گھریلو جانوروں کا جھوٹا اور ان کا پسینہ مکروہ ہے۔

تیسرا باب

وضو کے بیان میں

وضو. غسل اور تیمم انسانی بدن کی طہارت کی مختلف صورتیں ہیں. شریعت نے تزکیہ نفس کے بعد اس پر بہت زور دیا ہے اور اس کو فرض کر دیا ہے. یہاں انسان کی مرضی کو دخل نہیں بلکہ اس کے جسم و جاں یہاں تک کہ اس کے لباس پر مولی تعالی کا حکم جاری و ساری ہے اور یہ سب خود انسان کے اپنے فائدے کے لئے ہے جس سے وہ اپنی نا عاقبت اندیشی کی وجہ سے گریزاں نظر آتا ہے. شریعت نے تعلیم طہارت کے ساتھ ساتھ اس کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں. ہم مندرجہ ذیل تین ابواب میں انہیں کو مختصرا بیان کریں گے۔

(ا)

مٹی کے برتن میں خود پانی لے کر اونچی جگہ قبلہ رخ بیٹھے اور بدھنی وغیرہ کو بائیں طرف رکھے یہ سب باتیں مستحب ہیں. پھر پاک ہونے اور حصول ثواب کی نیت کر کے **بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام** پڑھے اور دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھو لے اور انگلیوں میں خلال کرے. پھر مسواک کرے اور کلی کرے. پھر ناک میں پانی دے کہ ہڈی تک پہنچ جائے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے. یہ سب باتیں مسنون ہیں. اس کے بعد چہرے کو پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھوئے کہ یہ فرض ہے اور داڑھی ہے تو خلال بھی کرے [۱۰] کہ یہ سنت ہے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لے کہ یہ فرض ہے. پھر تمام سر کا [۱۱] پھر کانوں کا پھر گردن کا مسح کرے. اول الذکر دو مسنون ہیں اور آخر الذکر مستحب. پھر بائیں ہاتھ سے دونوں پاوں ٹخنوں سمیت دھوئے کہ یہ فرض ہے [۱۲] اور انگلیوں میں خلال کرے. [۱۳] یہ سنت ہے

لیکن وضو میں خیال رکھے کہ داہنے عضو سے شروع کرے اور ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ پڑھے کہ یہ مستحب ہے اور ہر عضو کو تین تین بار دھوئے سوائے مسح کے۔ یہ سنت ہے [۱۴] متذکرہ بالا ترتیب کے مطابق [۱۵] جلد جلد اس طرح اپنے اعضاء دھوئے کہ پہلا عضو خشک ہونے نہ پائے کہ یہ سنت ہے۔ اور بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے ورنہ وضو نہ ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ وقت سے پہلے وضو کرے۔ انگوٹھی پہنا ہوا ہو تو اس کو ادھر ادھر پھرا لے تاکہ بدن کا وہ حصہ خشک نہ رہ جائے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لے اور وضو کے بعد انا انزلنا اور کلمہ شہادت پڑھے کہ یہ سب باتیں مستحب ہیں۔

(۲)

ان باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پیشاب و پاخانہ کی جگہ سے کوئی چیز نکلنا۔ بہنے والے خون یا پیپ کا نکل کر ایسی جگہ تک پہنچنا جس کا دھونا نماز میں فرض ہے۔ آواز سے ہنسنا۔ مجنون اور بے ہوش ہونا۔ سہارے سے سونا۔ شہوت کی حالت میں کھلی ہوئی دو شرمگاہوں کا ملنا۔ منہ بھر کے قے ہونا یا منہ سے اتنا خون نکلنا کہ تھوک سرخ ہو جائے۔

(۳)

ان باتوں سے وضو مکروہ ہو جاتا ہے۔ پانی میں اسراف کرنا یا پھر تیل کی طرح چپڑنا۔ زور سے چھپکا مارنا۔ بلا ضرورت دنیاوی باتیں کرنا۔ تین بار نئے پانی سے مسح کرنا۔ ناپاک جگہ یا عورت کے بچے ہوئے پانی سے یا مسجد کے فرش پر وضو کرنا۔ جس پانی سے وضو کرے اس میں تھوکنا یا سنکنا یا قبلہ رخ پیر دھونا۔ کلی اور ناک کے واسطے بائیں ہاتھ سے پانی لینا دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ کسی برتن کو صرف اپنے وضو کے لئے خاص کرنا۔

چوتھا باب

غسل کے طریقہ کے بیان میں

(۱)

پاک ہونے کی نیت کر کے قبلہ کی طرف منہ کرے اور پھر بسم اللہ پڑھے یہ باتیں مستحب ہیں اول دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھو کر. شرمگاہ دھوئے پھر وضو کرے یہ باتیں مسنون ہیں لیکن غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ وضو کے بعد پانی سے تمام بدن پر پانی بہائے اس طرح کہ پہلے سر پر سے پھر داہنے مونڈھے پر پھر بائیں مونڈھے پر سے تین تین بار پانی بہائے کہ یہ سنت ہے لیکن حد سے زیادہ نہ لنڈھائے کہ یہ مستحب ہے۔ غسل کے بعد موٹے کپڑے سے بدن صاف کرے . غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے اور ایسی جگہ نہائے جہاں کوئی نہ دیکھے یہ سب باتیں مستحب ہیں۔

(۲)

ان باتوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ زندہ بالغ عورت یا مرد کی شرمگاہوں میں آلہ تناسل کا سر داخل کرنا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے . منی کا شہوت کے ساتھ کود کر نکلنا . احتلام ہونا یا سوتے میں منی کا نکلنا .[۱۶] ان باتوں کو جنابت کہتے ہیں . عورت کا ہر مہینہ دس دن کے اندر کم سے کم تین روز خون آکر موقوف ہونا کہ اس کو حیض کہتے ہیں[۱۷] یا بچہ ہونے کے بعد چالیس روز کے اندر اندر خون آکر موقوف ہونا کہ اس کو نفاس کہتے ہیں . اگر ان مدتوں سے زیادہ آیا تو وہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہے۔

پانچواں باب

تیمم کے بیان میں

اگر پانی ایک میل دور ہو یا اور کسی وجہ سے اس پر قدرت نہ ہو (کہ یہ امور شرائط میں داخل ہیں) تو بجائے وضو و غسل کے تیمم کرے۔ اگر نماز عید یا جنازہ جانے کا خوف ہو تب بھی تیمم کرلے لیکن میت کا ولی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ پھر پڑھ سکتا ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پاکی کی نیت کرے کہ یہ شرط ہے، پھر **بسم اللہ** پڑھے کہ یہ سنت ہے پھر اول بار ہاتھوں کو انگلیاں کھول کر پاک مٹی [18] یا اور کسی جنس مٹی پر رکھ کر آگے کو کھینچے [19] یہ مستحب ہے [20] اور پھر ہاتھ جھاڑ کر چہرہ کا مسح کرے [21] دوسری بار اسی طرح کرکے پہلے داہنے ہاتھ پر بائیں ہاتھ کا مسح کرے اور استیعاب [22]۔ ترتیب [23] اور پے در پے کرنے کا خیال رکھے [24] اور کم سے کم تین انگلیوں سے تو ضرور مسح کرے۔

چھٹا باب

نماز کے بیان میں

اسلام لانے کے بعد نماز کی جتنی تاکید آئی ہے اور کسی عبادت کی نہیں آئی۔ اس کے فضائل حد سے زیادہ ہیں اور اس کے چھوڑنے والے کے لئے دردناک عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ نماز کی خاص خصوصیت کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ نماز برائیوں سے بچانے والی ہے۔ حدیث میں نماز کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم

رکھا اور جس نے چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھایا"

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:۔
"جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا وہ کافر ہے" (نعوذ باللہ)

دوسرے گناہوں میں کبھی نہ کبھی تو بہشت کی امید کی جا سکتی ہے مگر تارک نماز تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہے۔ پس ایسی اہم عبادت سے بے توجہی ہلاکت کا سبب ہو سکتی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ جان کنی میں بھی معاف نہیں۔ اشاروں سے یا لیٹے لیٹے جس طرح ممکن ہو پڑھنی ضروری ہے کسی حالت میں معافی نہیں۔

(۱)

اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے لئے اوقات مقرر فرما کر انسانی زندگی کو ایسا منظم و مربوط کر دیا ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں۔ تعیین اوقات سے انسان سبق لے تو اس کی زندگی کا ہر عمل اپنے اپنے وقت پر صادر ہو سکتا ہے۔ یہ انفرادی اور اجتماعی ترقی کا ایک اہم اصول ہے۔ اب ہم نمازوں کے اوقات اور ان کی کل رکعتوں کے بارے میں عرض کریں گے۔

فجر اس کے اندر دو فرض ہیں اور فرضوں سے پہلے دو سنتیں۔ اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ صبح صادق اس سپیدی کو کہتے ہیں جو آفتاب نکلنے کی سمت آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے اور وہ سپیدی جو اس سے پہلے لمبی لکیر کی صورت میں ہوتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے اس کو صبح کاذب کہتے ہیں نماز فجر اس وقت پڑھی جائے جب روشنی ہو جائے اس وقت سوائے سنت فجر ہر نفل مکروہ ہے بلکہ فرضوں کے بعد سنتیں بھی درست نہیں۔

ظہر اس کے اندر چار فرض ہیں. چار سنتیں فرضوں سے قبل اور دو سنتیں اور دو نفل فرضوں کے بعد. اس کا وقت دوپہر ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو-- چوں کہ اس کے وقت میں اختلاف ہے لہٰذا اصلی سایہ چھوڑ کر ایک مثل سایہ ہونے سے پیشتر پڑھ لی جائے. گرمیوں میں توقف سے اور جاڑوں میں دیر سے پڑھی جائے۔

عصر اس کے چار فرض ہیں اور فرضوں سے قبل چار رکعت مستحب. اس کا وقت ظہر کے بعد سے غروب آفتاب تک رہتا ہے. آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے اس کو پڑھ لینا چاہئے اور اگر آسمان ابر آلود ہو تو جلدی کرنا مناسب ہے ایسے وقت فرضوں کے بعد نوافل پڑھنے مکروہ ہیں۔

مغرب اس کے تین فرض ہیں اور دو سنتیں فرضوں کے بعد دو یا چھ نوافل--- اس کا وقت غروب آفتاب سے آسمان کی سرخی چھپنے تک رہتا ہے اس کو اول وقت پڑھنا چاہئے لیکن اگر ابر ہو تو توقف کرنا چاہئے۔

عشاء اس میں پہلے چار رکعت مستحب. پھر چار فرض پھر دو سنت پھر دو یا چار مستحب پھر تین وتر. جس میں پہلے قعدہ کے بعد تیسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے ہیں اور دعاء قنوت پڑھ کر رکوع کرتے ہیں. (دعاء قنوت آگے لکھی جائے گی). وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھے یہ نفل نماز تہجد کے قائم مقام ہیں۔ نماز عشاء کا وقت آسمان پر سیاہی آنے کے وقت سے صبح صادق تک رہتا ہے اول تہائی رات میں پڑھنا مناسب ہے اور اگر ابر ہو تو جلدی کی جائے۔

جمعہ یہ ظہر کے قائم مقام ہے اور بغیر جماعت نہیں اس میں پہلے چار رکعت سنت پھر دو فرض پھر چار سنت پھر دو مستحب پھر دو نفل پڑھے جاتے ہیں۔ چوں کہ (ہندوستان میں) جمعہ کے ہونے نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اس وجہ سے جمعہ کے فرضوں کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر کی نیت سے اور پڑھی جاتی ہیں جمعہ کی نماز عورت پر فرض ہے اس کا وقت بعینہٖ وہی ہے جو ظہر کا ہے۔

عیدین اس میں دو رکعت واجب ہیں۔ یہ بغیر جماعت درست نہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں اول تین بار اور دوسری رکعت میں الحمد و سورت کے بعد تین بار تکبیر کہے اور ہر بار ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے--- جس شخص پر جمعہ فرض نہیں اس پر یہ بھی فرض نہیں اس کا وقت آفتاب نکلنے سے دوپہر تک رہتا ہے۔

وتر اس میں تین رکعت واجب ہیں۔ اس کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح تک رہتا ہے۔

نماز جنازہ یہ فرض کفایہ ہے (شہر کے لوگوں میں سے) ایک نے بھی اس کو ادا کر لیا تو سب گناہ سے بچ جائیں گے۔ ورنہ سب گنہ گار ہوں گے اس کی نماز کھڑے کھڑے پڑھتے ہیں اس طرح کہ میت کے سینہ کے مقابل رو بقبلہ کھڑے ہو کر تکبیر کہہ کر نیت باندھتے ہیں اور ثنا پڑھتے ہیں (جس کا ذکر آگے آئے گا) پھر تکبیر کہہ کر درود پڑھتے ہیں پھر تیسری تکبیر کہہ کر دعا جنازہ پڑھتے ہیں (جو آگے لکھی جائے گی) پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے ہیں--- اگر مقتدی چند تکبیروں کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ان کو ادا کرے پھر سلام پھیرے۔

(۲)

اذان و اقامت کا مسنون طریقہ یہ ہے--- موذن مسجد سے علیحدہ کسی اونچی [۲۵] جگہ پر قبلہ رخ کھڑا ہو کر دونوں کانوں میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ڈال کر ٹھہر ٹھہر کر دو آوازوں میں دو مرتبہ اللہ اکبر [۲۶] کہے پھر اسی طرح دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ [۲۷] کہے پھر دو مرتبہ [۲۸] اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر داہنی طرف منہ کر کے دو مرتبہ اسی طرح حی علی الصلوہ [۲۹] کہے پھر بائیں طرف منہ کر کے دو مرتبہ حی علی الفلاح [۳۰] کہے پھر ایک آواز میں دور مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ [۳۱] کہے اور صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوہ خیر من النوم

[۳۲] بھی دو مرتبہ کہے اور اقامت یعنی تکبیر میں **حی علی الفلاح** کے بعد دو بار **قد قامت الصلوہ** کہے. لیکن یہ یاد رہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کہنی چاہیئے اور [۳۳] اقامت جلدی جلدی اور اللہ کا 'الف' **اکبر** کی 'ب' اور **اشھد ان** کا نون بڑھا کر نہ پڑھنا چاہیئے کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور اذان نہیں ہوتی۔

(۳)

جب کسی فرض نماز کا وقت آجاتا ہے تو وہ مسلمان عاقل و بالغ پر واجب ہوتی ہے یہ شرائط نماز ہیں اگر عورت ہو تو اس کا حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے. یہ بھی شرط ہے نماز اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک نجاست حقیقی و حکمی سے بدن. کپڑا اور جگہ پاک نہ ہو اور بدن کا وہ حصہ جس کا ڈھکنا ضروری ہے. [۳۴] ڈھکا ہوا نہ ہو. یہ سب شرائط نماز ہیں. جب یہ تمام شرائط موجود ہوں تو نماز اس طرح ادا کرے کہ دونوں قدموں میں چار انگشت کا فاصلہ چھوڑ کر (کہ یہ مستحب ہے) قبلہ رخ کھڑا ہو. (یہ فرض ہے) اگر سمت قبلہ نہ معلوم ہو تو جدھر دل گواہی دے پڑھے نماز میں اس طرح کھڑے ہونے کو 'قیام' کہتے ہیں. یہ نفلوں میں فرض نہیں ہے اور اس کی حد یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑے جائیں تو گھٹنوں پر نہ پہنچیں----- قبلہ رخ کھڑا ہونے کے بعد فرض و سنت وغیرہ کی جتنی رکعت پڑھنا چاہے اس کی دل سے نیت کرے کہ سنت ہے. اور بہتر ہے کہ زبان سے بھی نیت کے کلمہ کہے مثلاً صبح کے فرضوں کی نیت یوں کرے "نیت کی میں نے فجر کے دو رکعت فرض پڑھنے کی اللہ کے واسطے اور منہ کیا میں نے کعبہ شریف کی طرف"----- پھر دونوں ہاتھ آستین وغیرہ سے نکال کر کانوں تک اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ رخ اور انگلیاں سیدھی اپنی حالت پر اور انگوٹھے کانوں کی لوگ مقابل ہوں (لیکن یاد رہے کہ عورت اپنے ہاتھ آستین سے نہ نکالے اور کاندھوں تک اٹھائے) یہ باتیں مسنون ہیں. ہاتھ اٹھانے کے بعد تکبیر یعنی **اللہ اکبر** کہے کہ یہ فرض ہے [۳۵] پھر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ دائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو کہ یہ سنت ہے اور انگوٹھے اور چھنگلی سے پہنچا پکڑے باقی انگلیاں کلائی

Marfat.com

پر ہوں (عورت صرف دائیں ہتھیلی پر بائیں ہتھیلی کی پشت رکھے اور سینہ پر ہاتھ باندھے)۔ ہاتھ باندھنے کے بعد نظر سجدہ کی جگہ رکھے یہ مستحب ہے اور پھر ثنا یعنی **سبحانک اللھم** پڑھے (مقتدی صرف اس کو پڑھ کے چپ رہے) پھر اعوذ **بسم اللہ** پڑھ کر **الحمد** [۳۶] اور کچھ کلام مجید سے **ان اعطینک** کے مقدار آیات پڑھ کر تکبیر کہتا ہوا اس طرح رکوع کرے [۳۷] یعنی جھکے کہ دونوں ٹانگوں کو سیدھا رکھے اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو خوب مضبوط پکڑے اور انگلیاں کھول کر پیٹھ اور کولہوں کو برابر رکھے اور نظر پیروں پر رکھے [۳۸] یہ سب امور مستحب ہیں لیکن تلاوت اور قیام رکوع فرض ہیں پھر **سبحان ربی العظیم** [۳۹] کم سے کم تین بار پڑھے۔ [۴۰] پھر تسمیع یعنی **سمع اللہ لمن حمدہ** [۴۱] کہتا ہوا قومہ کرے [۴۲] یعنی سیدھا کھڑا ہو اور تحمید یعنی **ربنا لک الحمد** [۴۳] پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ [۴۴] اس طرح کرکے اول دونوں گھٹنے زمین پر رکھے یہ امور مسنون ہیں پھر دونوں ہاتھ اس طرح پر کہ انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رخ ہوں اور پیٹ رانوں سے جدا رکھے اور دونوں کہنیاں زمین سے علیحدہ رہیں۔ [۴۵] پھر ناک۔ پھر پیشانی۔ مگر یہ خیال رہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہیں (یہ باتیں مسنون ہیں) اور پیروں کی انگلیاں زمین پر قبلہ رخ ٹکی رہیں اگر اٹھ جائیں گی تو سجدہ نہ ہوگا اور نظر ناک کے سرے پر رہے اور بغلیں کھلی رہیں پھر کم سے کم تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلی** [۴۶] پڑھے پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ سے اس طرح اٹھے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھائے اور پھر اطمینان [۴۷] کے ساتھ بایاں پاوں بچھا کر اور دایاں کھڑا کر کے بیٹھے [۴۸] یعنی جلسہ کرے اور ہاتھ زانو پر رکھے پھر تکبیر کہتا ہوا پہلی طرح دوسرا سجدہ کرے۔ پھر تکبیر کہتا ہوا پہلی طرح اٹھے اور پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے یعنی "قیام" کرے اور صرف **بسم اللہ** پڑھ کر [۴۹] دوسری رکعت پہلی طرح ادا کرے اب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد اس طرح بیٹھے کہ دونوں ہاتھ زانوں پر رکھے مگر انگلیاں [۵۰] اپنی حالت پر ہوں اور نظر گود میں رکھے اسے قعدہ کہتے ہیں۔ [۵۱] پھر تشہد یعنی 'التحیات' پڑھے۔ پھر درود۔ پھر دعا۔ پھر دل سے کراما کاتبین فرشتوں [۵۲] کی نیت کرکے پہلے داہنی طرف منہ پھیر کر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ [53] کہے پھر اسی طرح بائیں طرف [54] یہ قعدہ اخیرہ کی صورت ہے۔ یاد رہے کہ کہ اس طرح دو رکعت والی نماز پڑھتے ہیں اگر چار رکعت والی پڑھنی ہو تو اس کے لئے یہ قعدہ اولی ہے۔ صرف تشہد پڑھ کر باقی رکعتیں اسی طرح ادا کرے لیکن فرضوں میں سورت نہ ملائے اور امام کے پیچھے تو قرآن پڑھے ہی نہیں۔ باقی افعال میں اس کی تابعداری واجب ہے۔ پھر قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیرے۔ [55]

(۴)

• طریقہ نماز کے سلسلے میں ثناء، تشہد، درود اور دعاؤں کا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:۔

ثنا

سبحانک اللھم وبحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک ولا الہ غیرک

(ترجمہ) اے اللہ تو پاک ہے، تیری تعریف کے ساتھ تجھ کو یاد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے، تیری بزرگی بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تشہد

التحیات للہ و الصلوات و الطیبات السلام علیک ایہا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصلحین اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ

(ترجمہ) تمام بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی تجھ پر

Marfat.com

سلام ہو اور، اللہ کی رحمت اور برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بخت بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔

درود

اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید

(ترجمہ) اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی آل پاک پر اس طرح رحمت نازل فرما جس طرح حضرت ابراھیم (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو تعریف کیا گیا اور خوبیوں والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراھیم (علیہ السلام) اور ان کی ال پاک پر بیشک تو تعریف کیا گیا، خوبیوں والا ہے۔

دعاء نماز

اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرہ من عندک و ارحمنی انک انت الغفور الرحیم

(ترجمہ) اے اللہ! بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا بہت ظلم، تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔ پس مغفرت کر میرے گناہوں کی خاص مغفرت، اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

دعاء بعد نماز

اللهم انت السلام و منک السلام و الیک یرجع السلام حینا ربنا با لسلام وادخلنا دار السلام تبارکت ربنا و تعالیت یاذا الجلال و الاکرام۔

(ترجمہ) اے اللہ! تو ہمیشہ سلامت ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری طرف سلامتی رجوع کرے گی. اے ہمارے رب ہم کو چین کے ساتھ زندہ رکھ اور ہم کو بہشت میں داخل کر اے ہمارے رب تو برکت والا ہے اور بہت بلند ہے. اے بڑائی اور بزرگی والے (ہاں تو ہی)

دعاء قنوت

اللهم انا نستعینک و نستغفرک و نومن بک و نتوکل علیک و نثنی علیک الخیر و نشکرک ولا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک ط اللهم ایاک نعبد و لک نصلی و نسجد و الیک نسعی و نحفد و نرجوا رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور تیری بخشش کے طلبگار ہیں. تجھی پر ایمان لاتے ہیں. تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں. تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور شکر گزاری کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے. تیرے نافرمان سے علیحدگی اور بیزاری اختیار کرتے ہیں. اے اللہ! تجھی کو پوجتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں. تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیری رحمت کی امید کے ساتھ خدمت میں حاضر ہیں. تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں یقیناً تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

دعاء نماز جنازہ

اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔

(ترجمہ) اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مردوں، حاضر و غائب، چھوٹے اور بڑے مردوں اور عورتوں سب کو بخش۔ الٰہی جس کو تو ہم میں سے زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو مارے تو اس کو ایمان پر مار۔

نابالغ لڑکوں کے لئے یہ دعا پڑھی جائے:۔

اللھم اجعلہ لنا اجرا وذخرا و اجعلہ لہ شافعا و مشفعا۔

(ترجمہ) اے اللہ! اس بچہ کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ آخرت بنا۔ اے اللہ اس بچہ کو ہمارے لئے شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا ہوا بنا۔

اور لڑکی کے واسطے یہ دعا ہے:۔

اللھم اجعلھا لنا اجرا وذخرا و اجعلھا لنا شافعہ و مشفعہ

(۵)

ان باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے:۔ خود ہی یا کسی کے جواب میں بقدر دو حرف کلام کرنا اگرچہ کلام مجید کی آیت ہی کیوں نہ ہو۔ یا سلام کا جواب دینا گو یہ امور بھول سے ہی کیوں نہ سرزد ہوئے ہوں۔ سلام کرنا۔ دنیاوی مصائب کی وجہ سے آواز سے رونا۔ آہ یا اف وغیرہ کرنا۔ بے عذر کھنکارنا اپنے امام کے سوا کسی کو

کلام مجید بتانا۔ امام کو اپنے مقتدی کے سوا کسی کا بتایا ہوا لینا۔ کچھ لکھا ہوا دیکھ کر پڑھنا یا سمجھنا۔ نجاست کا بدن سے ملنا۔ جو چیز بندے سے مانگ سکیں اس کی دعا خدا سے کرنا۔ قرآن کریم غلط پڑھنا یا ایسی غلطی پڑھنا جس کی وجہ سے ایسے معنی ہو جائیں جس کا اعتقاد کفر ہے بلکہ ایسی غلطی جس کی وجہ سے مضمون بے معنی ہو جائے یا بہت بڑا تغیر آجائے تب بھی نماز فاسد ہوگی۔ عمل کثیر کرنا۔ کھانا پینا امام سے آگے ہونا۔ عورت مشتہاہ کا آگے یا برابر کھڑا ہونا۔ ایسی چیز پر سجدہ کرنا جس کی وجہ سے زمین کی سختی نہ معلوم ہو۔

(۶)

نماز میں یہ باتیں مکروہ تحریمی ہیں:۔ کوئی کپڑا تصویر دار یا اس کے طریقہ کے خلاف پہننا۔ کپڑا وغیرہ اٹھانا۔ نماز کے خلاف کچھ کرنا۔ منہ میں کچھ رکھنا جس سے قرآن عمدہ طرح نہ پڑھا جا سکے۔ اگر بالکل نہ پڑھا جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔ منہ پھیر کر ادھر ادھر دیکھنا۔ دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا کر بیٹھنا۔ کسی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا۔ جمائی لینا۔ اکیلے امام کا محراب کے اندر کھڑے ہونا۔ یا بے عذر ہاتھ اونچا نیچا کر کے کھڑے ہونا۔ تصویریں آس پاس ہونا۔ پیشاب پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا۔ امام کے پیچھے مقتدی کا کلام مجید پڑھنا۔

(۷)

یہ باتیں نماز میں مکروہ تنزیہی ہیں:۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن کو پہن کر امیروں کے پاس نہ جا سکے حالانکہ اچھے کپڑے موجود ہوں۔ نہایت سکوت کے ساتھ ادب سے نہ کھڑا رہنا یا ایسی بات بے عذر کرنا جس سے سکوت میں فرق آئے یا سنت کے خلاف ہو بلکہ حتی الامکان عذر میں بھی ساکت رہنا چاہئے۔ جمائی اگر آہی جائے تو منہ نہ ڈھانکنا۔ اکیلا صف کے پیچھے کھڑا ہونا حالانکہ اگلی صف میں جگہ موجود ہے۔ سجدہ میں پاوں ڈھانکنا۔

ساتواں باب

رمضان کے رزوں کے بیان میں

روزہ اسلام کے اہم فرائض میں سے ہے. اس سے ایک بڑی غلط فہمی کا
ازالہ ہوجاتا ہے کہ انسان شکم پروری کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کے سامنے اعلی
مقاصد ہیں. ان کی تکمیل اس کا مقصود زندگی ہے. بھوک و پیاس میں انسان صفات
الہیہ میں ایک صفت جلیلہ کا مظہر معلوم ہوتا ہے مظہریت ہی اقربیت اور محبوبیت کی
تمہید ہے اور ایک بڑی بات جو اس میں پائی جاتی ہے وہ "اخلاص" ہے. تمام
عبادات میں کسی نہ کسی طرح کا اظہار پایا جاتا ہے مگر روزہ ایسی خاموش عبادت ہے
جس کا عملاً اظہار ناممکن ہے. اسی لئے عبادات میں نماز کے بعد روزے کی بڑی
فضیلت آئی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:-

"روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کی جزا میں ہوں"

اس سے بڑھ کر خدمت کا اور کیا صلہ ہوگا؟-

(ا)

اصطلاح شریعت میں صبح صادق سے لے کر آفتاب کے غروب ہونے تک
کھانے پینے اور جماع سے رک جانے کا نام روزہ ہے- رمضان شریف کے
روزے ہر مسلمان عاقل بالغ پر نماز کی طرح فرض ہیں اور اس میں نیت شرط ہے
اور اگر عورت ہے تو اس کے لئے حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے.
رمضان قضاء رمضان (یعنی رمضان کے کھائے ہوئے یا ٹوٹے ہوئے روزہ کے
بدلے روزہ) اور کفارات (یعنی دو دو ماہ کے لگاتار روزے جو اللہ تعالی نے روزہ
توڑنے وغیرہ کی سزا میں مقرر کیے ہیں) کے روزے فرض ہیں. نذر معین [٥٦] اور

نذر مطلق [۵۷] کے روزے واجب ہیں۔ باقی روزے نفلی۔

(۲)

رمضان کے روزے رمضان کا چاند دکھائی دینے سے یا شعبان کے تیس روز پورے ہو جانے سے واجب ہو جاتے ہیں اگر ان مہینوں کی انتیس تاریخ چاند نہ دکھائی دے تو اگر ابر ہے تو رمضان کے لئے ایک مرد یا عورت مسلمان عاقل بالغ عادل کی گواہی کافی ہے اور عید کے واسطے اس طرح کے دو مرد یا دو عورتوں کی گواہی کافی ہے لیکن یہاں گواہوں کا غلام نہ ہونا بھی شرط ہے۔ اگر ابر نہ ہو تو دونوں چاندوں کی گواہی کے لئے اتنی بڑی جماعت ہونی چاہیے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا بعید از قیاس ہو جس کی تعداد کم سے کم پچاس بتائی گئی ہے۔ شک کے دن روزہ نہ رکھا جائے مگر نفل کی نیت سے بلکہ یہ نیت بھی مکروہ ہے کہ اگر چاند نہیں ہوا تو رمضان کا ہو جائے گا ورنہ نفلی یا جس قسم کے روزے کی نیت ہے وہ تو ہے ہی اگرچہ ہو گا یہی۔

(۳)

اگر کسی نے قصداً کچھ کھایا یا پیا دماغ میں پہنچایا اگرچہ تل کے برابر ہو۔ یا جماع کیا یا کرایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اگر رمضان کا روزہ ہے تو قضا کرے اور کفارہ دے اور دوسرے روزوں کی فقط قضا کرے۔ اگر کسی شرعی وجہ سے روزہ نہ رکھا پھر دن میں وہ جاتی رہی تو چاہئے کہ شام تک کچھ نہ کھائے بلکہ اعلانیہ تو ہر حال میں نہ کھائے۔ رمضان کی حرمت کرے۔ نفلی روزے ہوں تب بھی حرمت کرنی چاہئے کیوں کہ نفلی روزہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے (لیکن "ایام مہینہ" [۵۸] میں شروع کیا ہوا واجب نہیں ہوتا)۔

ان صورتوں میں صرف قضا کی جائے گی۔ روزہ یاد تھا اور بغیر قصد کوئی توڑنے والی بات ہو گئی یا بھولے سے روزہ توڑنے والی بات ہو گئی تھی پھر اس خیال

ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ قصداً روزہ توڑنے والی بات کرلی (کیوں کہ بھول کر ایسی بات کرنے سے روزہ نہیں جاتا) یا زندہ انسان کے ساتھ جماع کرنے کے سوا کسی اور صورت میں قصداً انزال کیا یا کوئی ایسا فعل کیا جس سے انزال کا خوف تھا اور پھر انزال ہوا اگر نہ ہوا تو یہ فعل مکروہ ہے یا روزہ ہی نہ رکھا۔ یا چنے کے مقدار کوئی چیز منہ میں تھی نگل گیا۔ یا قے ہوئی اور اس کو خود نگل گیا (اگر تھوڑی نگلی ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تو معاف ہے) بغیر عذر کچھ کھانا یا چبانا اور افعال حرام کرنا لڑائی کرنا۔ غیبت۔ جھوٹ۔ فحش بکنا۔ سخت مکروہ ہیں۔

(۴)

نہایت ہی ضعیف بوڑھا۔ بیمار۔ مسافر۔ حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت (جب کہ اپنے یا بچے کی بیماری کا خدشہ ہو) یہ سب معذور ہیں۔ روزہ نہ رکھیں۔ معذوری جانے کے بعد قضا کریں لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب رمضان کے ایک روزے کے برابر نہیں ہے۔

آٹھواں باب

زکوٰۃ اور فطرے کے بیان میں

مال سے محبت انسان کی بڑی کمزوری ہے۔ یہ محبت جب حد سے متجاوز ہو جاتی ہے تو معاشرے میں عظیم اختلال و بدنظمی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور خود غرضی کا ایک ایسا جال بچھ جاتا ہے جس میں ہر شخص اسیر نظر آتا ہے۔ شریعت نے اس تعلق کو کمزور کرنے اور معاشرے کے دوسرے ضرورتمند افراد کی مالی اعانت کے لئے زکوٰۃ اور فطرے کی صورت میں چند پابندیاں عائد کر دی ہیں یہاں ان اصول کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

(ا)

کسی بڑھنے والے مال پر جب ایک سال گزر جائے تو خدا کے راستے میں اس میں سے چالیسواں حصہ دینے کو زکوۃ کہتے ہیں. یہ ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے. بشرطیکہ اس کے پاس نصاب [59] کی مقدار. قرض اور روز مرہ کی حاجتوں [60] سے زائد ہو" ایسے شخص کو امیر کہتے ہیں۔ زکوۃ دیتے وقت یا مال نکالتے وقت زکوۃ کی نیت کرنا بھی شرط ہے. مال زکوۃ تین طرح کا ہے۔

۱۔ سونا چاندی
۲۔ جنگل میں چرنے والے جانور
۳۔ ہر تجارت کا مال [61]

پس سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے جس پر سوا دو ماشہ سونا دیا جائے گا. پھر آگے ہر ڈیڑھ تولہ پر تقریبا ساڑھے تین رتی واجب ہوتا جائیگا اس سے کم پر کچھ نہیں--- اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے جس پر ایک تولہ پونے چار ماشہ چاندی دی جائے گی پھر آگے ہر ساڑھے دس تولہ پر سوا تین ماشہ واجب ہوتی جائے گی--- پانچ اونٹ پر ایک بکری. تیس گائے بھینس پر ایک سال کی گائے بھینس اور چالیس بکریوں پر ایک بکری دی جائے گی. زیادہ جانوروں کی زکوۃ علماء سے معلوم کی جاسکتی ہے--- تجارت کے مال کی کل قیمت لگا کر چالیسواں حصہ نکال کر کسی مفلس کو دے دیا جائے لیکن اگر کئی افراد پر تقسیم کیا گیا تو ہر ایک کو کم سے کم اتنا دے دیا جائے کہ ایک روز کا خرچ چل جائے یہ مستحب ہے اور ایک فرد کو اتنا دینا کہ اس پر قربانی واجب ہوجائے مکروہ ہے. غریب عزیز و اقارب اور دوستوں کو دینا زیادہ بہتر ہے. مگر ماں باپ دادا دادی. نانا نانی. اولاد یا بیوی. غلام. جن پر قربانی واجب ہے. کافر اور سادات بنی ہاشم اور ان کے غلام کو دینا ناجائز ہے. زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

(۴)

عید الفطر کی صبح کو نماز[۶۲] سے پہلے چھٹانک کم پونے دو سیر گیہوں یا اس کا آٹا وغیرہ یا قیمت خدا کی راہ میں دینے کو "فطرہ" کہتے ہیں[۶۳] جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر یہ بھی عید کی صبح کو واجب ہو جاتا ہے لیکن یہاں بالغ ہونا اور مال کا بڑھنے والا اور اس پر سال گزرنا شرط نہیں فطرہ۔ چھوٹی۔ غریب یا مجنون اولاد اور خدمتی غلام کی طرف سے بھی دینا واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے عید کے دن نہ دے سکے تو قضا کرے۔

نواں باب

حج کے بیان میں

حج علائق دنیاوی سے قطع نظر کر کے مولیٰ تعالیٰ کی طرف توجہ تام کی ایک صورت ہے اور ارکان حج قدم قدم پر محبوبان خدا کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ارکان کی ظاہری صورت پوری کر لینے کے بعد حج تو ہو جاتا ہے لیکن حقیقی حج اسی وقت نصیب ہو گا جب محبت الٰہی میں تمام نسبتیں مضمحل کر دی جائیں اور صرف اسی ایک نسبت سے ہر شے کا مشاہدہ کیا جائے۔

زمانہ حج میں اسلام کی ہمہ گیر اور عالم گیر مواخات و مساوات کے رقت انگیز مناظر نظر آتے ہیں اور صلہ رحمی کے ان جذبات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو کبھی یہاں کی فضاوں نے دیکھی تھی۔ یہ تعلیمات اسلامیہ کا اعجاز ہے کہ صدیوں پہلے جس موالات و مساوات کی تعلیم دی تھی وہ اب بھی اس دیار مقدسہ کے گلی کوچوں اور صحراوں میں نظر آتی ہے اس کے علاوہ دنیا کے مسلمانوں کے باہمی میل جول سے بہت سے ظاہری و باطنی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن

اصل چیز تو اللہ تعالی سے حقیقی تعلق پیدا کرنا ہے جو تمام فوائد کی روح ہے اگر یہ میسر آگیا تو سب کچھ حاصل ہو گیا۔

حج کی ظاہری صورت کی تکمیل کے لئے شارع علیہ السلام نے چند اصول و ضوابط بتائے ہیں یہاں ان کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

(ا)

ہر تندرست مسلمان عاقل بالغ پر حج فرض ہے بشرطیکہ راستے میں امن ہو اور آمد و رفت کے خرچ اور واپس آنے تک کا نفقہ اہل و عیال کو دینے پر قادر ہو۔ [۶۴] حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد۔ تمتع اور قران---- قسم اول یہ کہ میقات پر پہنچ کر احرام باندھیں۔ صرف حج کی نیت کریں۔ اسے افراد کہتے ہیں اور اس طرح حج کرنیوالا "مفرد" کہلاتا ہے۔ قسم دوم یہ کہ میقات پر احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کریں اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیں جب حج کا وقت آئے تو حج کا احرام باندھیں اور حج ادا کریں۔ اسے "تمتع" کہتے ہیں اور اس صورت میں حج کرنے والے کو یہ فائدہ ہے کہ وہ عمرہ کے بعد احرام اتار کر احرام کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ قسم سوم یہ کہ میقات پر پہنچ کر عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے اور دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے۔ ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ ادا کرے اس طرح حج کرنے والے کو "قارن" کہتے ہیں۔

مفرد اور قارن احرام باندھنے کے وقت سے لیکر حج سے فارغ ہونے تک برابر احرام میں رہتے ہیں۔ سب سے زیادہ ثواب حج قران کا ہے۔ کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع قران کے مطابق ادا فرمایا اس لئے وہ پوری امت کے لئے افضل ہے۔

(۲)

ارکان حج کے تین حصے ہیں. فرائض. واجبات اور سنن

فرائض احرام. وقوف. طواف. نیت. فرائض کی ترتیب کو قائم رکھنا. مثلا احرام باندھنا پھر وقوف کرنا پھر طواف کرنا. ہر فرض کا اپنے وقت اور مقام پر ادا کرنا۔

واجبات میقات سے احرام باندھنا سعی کرنا (صفا مروہ کے درمیان دوڑنا) سعی کو صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا. سعی کا طواف معتدبہ کے بعد کرنا. اگر دن میں وقوف شروع کیا ہے تو غروب آفتاب تک کرنا۔ اگر رات کو وقوف شروع کیا ہے تو اس کے لئے حد مقرر نہیں ہے. وقوف میں رات کا کچھ حصہ ہونا شامل ہے. عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا. مزدلفہ میں رات کو قیام کرنا. مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ پڑھنا (نیت ادا نماز کی ہوگی قضا کی نہیں) مزدلفہ کو چھوڑ کر منی میں آنا. دس تاریخ کو صرف جمرہ العقبہ پر کنکریاں مارنا. گیارہ بارہ کو تینوں جمروں پر کنکریاں مارنا. جمرہ العقبہ کی رمی دسویں تاریخ کو حلق سے پہلے کرنا. ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا. ایام نحر میں سر منڈوانا یا بال کٹوانا. منی سے مکہ جاکر طواف خانہ کعبہ کرنا. پھر منی واپس آکر دو روز قیام کرنا. قران اور تمتع والے حاجی کے لئے قربانی کرنا. منی میں قربانی احرام کی حالت میں کرنا. عرفات سے واپسی پر طواف افاضہ کرنا اور اس کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا. حطیم کے باہر سے طواف شروع کرنا. طواف داہنی طرف سے کرنا. طواف با وضو کرنا. طواف کرتے وقت دوران حج سر کھلا رکھنا. طواف کعبہ کے بعد دو رکعت نماز مقام ابراہیم میں پڑھنا. شیطان پر کنکریاں مارنے اور قربانی کرنے. سر منڈوانے اور طواف میں ترتیب قائم رکھنا. میقات سے باہر آنے والوں کے لئے رخصت کا طواف کرنا. وقوف عرفہ کے بعد سے سر منڈوانے تک جماع نہ کرنا. احرام کے ممنوعات سے بچنا۔

سنن میقات سے باہر آنے والوں کے لئے طواف کرنا. طواف حجر اسود سے

شروع کرنا. طواف قدوم یا طواف فرض میں رمل کرنا. صفا مروہ کے درمیان جو دو میل اخضر ہیں. ان کے درمیان دوڑنا. امام صاحب کا خطبہ پڑھنا اور سننا----- مکہ میں ساتویں کو. میدان عرفات میں نویں کو اور منیٰ میں گیارہویں کو پڑھنا آٹھویں تاریخ مکہ سے نماز فجر کے بعد روانگی---- وہاں سے منیٰ پہنچ کر پانچ نمازیں ظہر. عصر. مغرب. عشاء اور فجر پڑھنا یعنی نویں تاریخ منیٰ میں گزارنا. آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا اور ظہر. عصر. کی نماز میدان عرفات میں پڑھنا اور وہاں ذکر الٰہی کی کثرت کرنا. غروب آفتاب سے پہلے میدان عرفات سے باہر نہ ہونا. وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنا عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں ایک رات گزارنا اور نماز مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا (نیت اداء نماز کی ہوگی. قضا کی نہیں) نماز فجر ادا کرنے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونا. دس گیارہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا. منیٰ کے قیام میں ایک بار مکہ معظمہ جا کر طواف کرنا۔

دسواں باب

قربانی کے بیان میں

قربانی سنت ابراہیمی (علیہ السلام) کی یاد تازہ کرتی ہے. قربانی میں اصل چیز دلوں کی گہرائیوں میں جذبہ ایثار و قربانی کا محسوس کرنا ہے جس کو قرآن کریم نے "تقویٰ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور صاف صاف فرما دیا ہے کہ خدا کو گوشت و پوست اور خون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تقویٰ کی ضرورت ہے. لفظ تقویٰ اپنے ہمہ گیر معنوں میں استعمال ہوا ہے پس قربانی کرتے وقت اپنے دلوں میں جذبہ ابراہیمی کی پرورش کی جائے اور راہ خدا میں متاع عزیز کے لٹا دینے سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

(۱)

شریعت نے قربانی کے چند اصول و ضوابط مقرر کر دیئے ہیں۔ قربانی کی ظاہری صورت کی تکمیل کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ ہم مختصراً بعض مسائل بیان کرتے ہیں:-

اصطلاح [۶۵] شریعت میں خاص عمر کے مخصوص جانور کو متعلقہ اسباب و شرائط کے ساتھ تقرب الٰہی کی نیت سے ذبح کرنے کو "قربانی" کہتے ہیں۔

قربانی کا وقت تین روز تک ہے یعنی ذوالحجہ کی دسویں۔ گیارہویں اور بارہویں۔ اول تاریخ افضل ہے۔ دسویں تاریخ کے طلوع فجر سے لے کر بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب تک قربانی جائز ہے جن شہروں میں نماز عید ہوتی ہے وہاں نماز کے بعد قربانی کی جائے گی۔ ہاں دیہات میں طلوع آفتاب کے بعد کی جاسکتی ہے۔ رات کو قربانی کرنا مکروہ ہے۔ قربانی کے لئے تین دن متواتر رکھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان پر فقر و غنا کی حالتیں گزرتی رہتی ہیں اگر اول وقت فقیر ہے پھر غنی ہوگیا۔ قربانی واجب ہوگی اس کے بر عکس ہوا تو واجب نہ ہوگی۔

(۲)

جس جانور کا قربانی کرنا جائز ہے اس کو قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے ذبح کرنا قربانی کا رکن ہے۔ وجوب قربانی کے لئے قربانی کرنے والے کا غنی یعنی فراخ دست ہونا ضروری ہے۔ اس سے مراد ایسی فراخ دستی نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی فراخ دستی جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ شریعت میں غنی وہ شخص ہے جس کے پاس گھر۔ گھر کے ضروری اسباب۔ سواری اور نوکر کے علاوہ ضرورت سے فاضل دو سو درہم یا بیس دینار یا اتنی قیمت کی کوئی شئے ہو۔ قربانی کے لئے قربانی کرنے والے کا عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر نابالغ غنی ہے تو اس کی طرف سے اس کا باپ یا باپ کا وصی اس کے مال سے خرید کر قربانی

Marfat.com

کرے گا مگر گوشت صدقہ نہ کیا جائے گا۔ قربانی کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مقیم ہو مسافر نہ ہو عورت اور مرد دونوں پر قربانی واجب ہے۔

(۳)

اگر کسی مقیم نے حالت اقامت میں قربانی کا جانور خریدا پھر سفر اختیار کیا تو اب اجازت ہے کہ جانور کو فروخت کر دے یا قربانی کرے۔ کسی غنی نے ایک بکری خریدی وہ ضائع ہو گئی اس اثناء میں وہ فقیر ہو گیا تو اس کو بھی اجازت ہے کہ چاہے اس کو بیچ دے چاہے قربانی کرے اگر ایک شخص قربانی کے دنوں میں غنی تھا قربانی نہ کی اور مر گیا تو اس کے ذمہ سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر قربانی کے ایام گزرنے کے بعد مرا تو اس کے لئے واجب ہو گا کہ قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرنے کی وصیت کرے۔

(۴)

قربانی کے جانوروں میں اونٹ۔ گائے۔ بھینس۔ دنبہ۔ بھیڑ۔ مینڈھا۔ اور بکری وغیرہ شامل ہیں نیلے رنگ کے مینڈھے کی قربانی افضل ہے۔ قربانی کے لئے بکری ایک سال۔ گائے دو سال۔ اونٹ پانچ سال سے کم عمر کا نہ ہو۔ دنبہ یا مینڈھا بشرطیکہ فربہ ہو چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔

جس جانور کی ناک کٹی ہو یا تھن کٹے ہوں وہ جائز نہیں۔ جو بکری یا گائے اپنے بچہ کو دودھ نہ پلا سکتی ہو اور تھن خشک ہو گئے ہوں وہ بھی ناجائز ہے۔ نجاست کھانے والے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں جو جانور اتنا دبلا ہو گیا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہو وہ ناجائز ہے۔ جس بکری میں نر و مادہ دونوں کی خصوصیت پائی جاتی ہوں اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ ایک بکری خریدی جو فربہ تھی پھر دبلی ہو گئی یا عیب دار ہو گئی تو اگر قربانی کرنے والا تو انگر ہے تو دوسری خرید کو قربانی کرے ورنہ وہی کافی ہے۔ اسی طرح اگر مر گئی یا چوری ہو گئی تو تو انگر ہو گا تو

Marfat.com

دوسری واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ اگر تو اگر نے قربانی کی ذبح کرتے وقت۔۔۔۔۔ اضطراری کیفیت کی وجہ سے جانور عیب دار ہوگیا تو قربانی ہوگئی افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ اور خوب صورت ہو۔ عیب دار جانوروں کے عدم جواز کے لئے فقہانے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جو عیب ایسا ہو کہ منفعت کو پورا پورا زائل کردے یا جمال و زیبائی کو غت ربود کردے تو ایسا عیب قربانی سے مانع ہے۔

(۵)

قربانی کے جانور کا دودھ استعمال کرنا۔ یا اس سے کوئی اور نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ دودھ اگر نکال لیا ہے تو اس کا صدقہ کردے۔ قربانی کے جانور پر سوار ہونا بھی مکروہ ہے۔ قربانی کے جانور کے گوشت وغیرہ کے لین دین میں یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہئے۔ کھانے کی چیز بعوض کھانے کی چیز کے اور بے کھانے کی چیز بعوض بے کھانے کی چیز کے جائز ہے اس کے برعکس جائز نہیں۔ قربانی کے جانور کے ہاں بچہ ہوا تو اس کو قربانی بھی ضروری ہے۔ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں لیکن اگر ایسا آدمی شریک ہوگیا جس کا مقصود قربانی نہیں تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ قربانی کے ایام میں قربانی کے علاوہ دوسری چیز اس کے قائمقام نہیں ہوسکتی۔[۶۶] ہاں اگر نہ کرسکا تو بطور قضا اس کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔

(۶)

افضل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ نہ کرے تو کھڑا ضرور رہے۔ دل سے نیت کافی ہے البتہ ذبح کرتے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" کہنا ضروری ہے۔ ذبح کرنے سے پہلے روبہ قبلہ ہو کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے:۔ انی وجھت و جھی للذی فطر السموات و الارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

اللھم تقبل منی کما تقبلت۲ من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیہما السلام

حواشی و حوالے

۱----- یہ اگر کسی فعل کا جز ہے تو اس کو "رکن" کہیں گے ورنہ "شرط"

۲----- نماز کا ایسا نقصان سجدہ سہو کرنے سے جاتا رہتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر قاعدے کی التحیات پڑھ کر ایک سلام پھیرے اور پھر دو سجدہ کرے پھر پورا قعدہ کر کے سلام پھیرے۔

۳----- جس دلیل س فرض ثابت ہوتا ہے. نجاست غلیظہ بھی اسی دلیل سے ثابت ہوتی ہے۔

۴----- دھونے میں نجاست کا نہ رہنا معتبر ہے اور جو نجاست نہ دکھائی دے تو کپڑے یا بدن کو تین بار دھویا جائے اور ہر بار نچوڑا یا خشک کیا جائے اور اگر نجاست کی جگہ نہ معلوم ہو تو گمان غالب پر دھو لیا جائے۔

۵----- حرام پرندوں کا پیشاب اور حلال پرندوں کا پیشاب پاخانہ دونوں معاف ہیں۔

۶----- جس دلیل سے واجب ثابت ہوتا ہے نجاست خفیفہ اسی دلیل سے ثابت ہوتی ہے

۷----- قمیص یا کرتے کی آستین اور کلی وغیرہ علیحدہ کپڑا شمار کیا جائیگا۔

۸----- جس جگہ پانی ہے اس کی لمبائی چوڑائی دس گز سے دس گز ہو یہاں کرباسی گز مراد لیا گیا ہے جو ہمارے پون گز کے برابر ہے۔

۹----- نجاست حقیقی ہر پاک پانی سے جاسکتی ہے۔

۱۰----- خلال اس صورت میں ہے جب کہ داڑھی اتنی بھرواں ہو کہ نیچے کا بدن نظر نہ آئے ورنہ اس کا دھونا فرض ہے. بھرواں داڑھی وال کو بھی ٹھوڑی کے مقابل بالوں کا دھونا فرض ہے

۱۱----- چوتھائی سر کا مسح فرض ہے

۱۲----- اگر وضو کے بعد ایسے موزے پہنے ہوں جن سے ٹخنے بھی ڈھک گئے ہوں اور پانی اس میں سرایت نہ کرے تو اپنے شہر میں ایک دن رات تک وضو کے وقت ان پر

صرف مسح کرے اور چھتیں کوس سے زیادہ کے سفر میں تین دن اور تین رات تک اس طرح مسح کرے کہ ہاتھوں کی انگلیاں پیروں کی انگلیوں پر رکھ کر ہتیلی سمیت پنڈلی کی طرف کھینچتا ہوا لائے لیکن اگر موزے تین انگل کی مقدار پھٹے ہوئے ہوں تو ان پر مسح درست نہیں

۱۳----- بائیں چھنگلی سے انگلیوں کے داہنی طرف شروع کرے اور چھنگلی کو نیچے سے اوپر کی طرف لیجائے

۱۴----- مسح صرف ایک بار کرے اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ تر کرکے چھنگلی کی طرف کی تین تین انگلیوں سے پیشانی کی طرف سے مسح کرتا ہوا گدی کی طرف لیجائے اور پھر ہتھیلیاں لگا کر پیشانی کی طرف پھیر لائے

اور کلمہ کی انگلی سے کان کے اندر کا اور انگوٹھے سے کان کے پیچھے کا اور ہاتھ کی الٹی طرف سے گردن کا مسح کرے

۱۵----- یعنی جو ترتیب وضو کے فرضوں میں بتائی گئی ہے

۱۶----- منی- سفید رنگ کی گاڑھی گاڑھی ہوتی ہے اس کے نکلنے سے کچھ لذت آتی ہے اور ایک 'مذی' ہوتی ہے جو اس سے کچھ پتلی ہے اور شہوت کی حالت میں نکلتی ہے اور ایک ودی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے

۱۷----- حالت حیض میں نماز روزہ ناجائز ہے صرف روزے قضا کرے اور اگر دس دن کے اندر اندر خون دیکھے تو بیچ کی پاکی حیض میں داخل ہوگی۔

۱۸----- یہ مستحب ہے

۱۹----- یہ شرط ہے

۲۰----- یہ سنت ہے

۲۱----- یہ شرط ہے

۲۲----- یہ بھی شرط ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ بہت اچھی طرح کرنا کہ کوئی بال تک نہ بچے

۲۳----- یہ مستحب ہے

۲۴----- یہ بھی مستحب ہے اس کو -ضرب- کہتے ہیں یعنی وضو کی طرح ایک رکن کے بعد دوسرا جلدی جلدی کرے۔

۲۵----- آج کل بالعموم اذان مسجد کے اندر بلکہ محراب کے اندر دی جاتی ہے جو شرعاً جائز

نہیں۔

۲۶----- اللہ بڑا ہے۔

۲۷----- گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔

۲۸----- گواہی دیتا ہوں کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اللہ کے رسول ہیں

۲۹----- "نماز کی طرف آ"

۳۰----- بہتری کی طرف آ

۳۱----- "سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں"

۳۲----- نماز سونے سے بہتر ہے

۳۳----- بیشک نماز کھڑی ہوگئی

۳۴----- اصطلاح فقہ میں اس حصہ بدن کو 'عورت' کہتے ہیں۔ مرد کا ناف سے گھٹنے تک بدن کا حصہ 'عورت' ہے اور عورت کا تمام جسم سوائے چہرہ ہتھیلیوں اور پیروں کے عورت ہے پس اس حصہ میں اگر چوتھائی عضو کھل جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔ بدن کے جس ٹکڑے کا علیحدہ نام ہے وہ عضو ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بال بھی علیحدہ عضو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۳۵----- یہ اول تکبیر جس کو "تکبیر تحریمہ" کہتے ہیں فرض ہے اس وقت دونوں ہاتھ آستین وغیرہ سے نکال لینا مستحب ہے لیکن عورت نہ نکالے۔ باقی اور تکبیریں جن کو "انتقالی" کہتے ہیں سنت ہیں۔ یہ امام کو پکار کر کہنا بھی سنت ہے

۳۶----- نثر نظر کے مقدار کلام مجید سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے اس کو قراءت کہتے ہیں۔ الحمد کے بعد آہستہ آمین کہنا سنت ہے اور فرض کی آخری دو رکعتوں میں الحمد سے زیادہ پڑھنا سنت ہے لیکن فرض کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے کیوں کہ اس کی ہر رکعت علیحدہ نماز ہے۔ پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنی۔ الحمد کا سورہ سے پہلے ایک دفعہ دونوں رکعتوں میں پڑھنا اور امام کو جس نماز میں پکار کر پڑھا جاتا ہے پکار کر اور جس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی تو اسی نماز میں ایک اور سجدہ کرنا واجب ہے۔

۳۷----- رکوع کی حد یہ ہے کہ گھٹنوں کو پکڑے اور بیٹھ کر رکوع کرنے کی حد یہ ہے کہ زانو کے مقابل سر ہو جائے

۳۸----- عورت نہ زیادہ جھکے۔ نہ انگلیاں کشادہ رکھے۔ نہ مضبوط پکڑے۔ نہ گھٹنے جھکائے اور مرد کے بر خلاف سمٹی رہے۔

۳۹----- پاک ہے میرا رب بزرگی والا

۴۰----- اکیلے نمازی کے واسطے تین بار سے زیادہ کہنا مستحب ہے۔

۴۱----- اپنے تعریف کرنے والے کی تعریف کو اللہ نے سنا

۴۲----- یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رکوع۔ سجود۔ قومہ۔ جلسہ میں بقدر "سبحان اللہ" کہنے کے ٹھہرنا واجب ہے۔ دو سجدوں کے درمیان اگر اچھی طرح نہ بیٹھا تو دوسرا سجدہ نہ ہوگا

۴۳----- "اے ہمارے رب تیری ہی تعریف ہے"۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ امام صرف تسمیع اور مقتدی صرف تحمید کہے۔

۴۴----- اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی تو اسی نماز میں ایک اور سجدہ کرنا واجب ہے اسی وقت ادا کرنا چاہیئے۔ سجدہ میں زمین پر جسم کے یہ اعضاء رکھے۔ دو پیر۔ دو گھٹنے۔ دو ہاتھ ایک پیشانی بلکہ ناک بھی اور اس کی حد اس کی تختی تک ہے۔

۴۵----- عورت سمٹی رہے اور کہنیاں زمین پر بچھا دے۔

۴۶----- پاک ہے میرا رب بلند مرتبہ والا

۴۷----- نماز کے ہر فعل میں تعدیل یعنی مقدار "سبحان اللہ" کہنے کے ٹھہرنا واجب ہے

۴۸----- عورت دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر سرین کے بل بیٹھے۔

۴۹----- رکعتوں میں اور سجدوں میں ترتیب واجب ہے

۵۰----- عورت انگلیاں ملی ہوئی رکھے۔

۵۱----- اگر قعدہ کے بعد سلام ہی پھیرنا ہے تو ایسے قعدہ کو "قعدہ اخیرہ" کہتے ہیں اور یہ فرض ہے اگر اس کے بعد اور رکعتیں پڑھنی ہوں تو "قعدہ اولی" کہیں گے اور یہ واجب ہے اور ان دونوں میں بقدر التحیات بیٹھنا کافی ہے۔ پس اگر قعدہ اولی میں "اللھم صلی علی" پڑھنے کی مقدار بھی دیر لگائی تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

۵۲----- کراماً کاتبین وہ دو فرشتے ہیں جو اکثر کے نزدیک مونڈھوں پر رہتے ہیں اور انسان کے اچھے برے عمل لکھتے ہیں۔

۵۳----- "سلامتی ہو تم پر اور اللہ کی رحمت"۔ حالت نماز سے کسی ایسے فعل سے باہر آنا جو نماز کا توڑنے والا ہے۔ فرض ہے مثلاً کلام وغیرہ کرنا اور بلفظ

Marfat.com
Marfat.com

سلام واجب ہے اور ان تمام الفاظ کے ساتھ سنت ہے اور امام کو پہلے سلام کی بہ نسبت دوسرا سلام آہستہ کہنا بھی سنت ہے اس میں نظر مونڈھوں پر رکھنا سنت ہے۔ تنبیہ:۔ حالت نماز میں اگر جمائی آئے تو اسے روکے۔ نہ رکے تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے ہاں حالت قیام میں سیدھے ہاتھ سے روکے تاکہ زیادہ حرکت نہ کرنی پڑے

۵۴----- اگر مقتدی کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں تو ترتیب کے ساتھ امام کے سلام کے بعد اٹھ کر پہلے خالی اور پھر بھری ادا کرے اور ان رکعتوں میں اخیر قعدہ دو رکعت بعد کرے

۵۵----- سلام کے بعد دعا مانگے مگر ہلکی ہاں عصر اور صبح میں جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے بلکہ ان کے بعد تسبیح فاطمہ بھی پڑھے یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ اس کی بہت فضیلت ہے۔

۵۶----- وہ روزے جن کو کسی خاص دن میں رکھنے کی نذر مانی ہو وہ دن آتے ہی روزہ واجب ہو جائے گا۔

۵۷----- وہ نذر مانے ہوئے روزے جس میں کسی خاص دن کی نیت نہ کی ہو۔ یہ واجب ہے مگر جب جی چاہے رکھے۔

۵۸----- ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے اور وہ دونوں عیدیں اور بقر عید کے بعد کے دو تین دن ہیں۔

۵۹----- مال کی وہ مقدار جس پر شارع (علیہ السلام) نے زکوۃ واجب کی

۶۰----- جیسے اپنے رہنے کا مکان، گھوڑے، غلام خدمت گار، برتنے کے برتن وغیرہ

۶۱----- اگر سونا چاندی ہر ایک نصاب سے کم ہے لیکن مل کر ان کی قیمت کسی نصاب کے مقدار ہو جاتی ہے تو اس میں اس طرح زکوۃ دے کہ فقیر کا زیادہ نفع نہ ہو اگر یہ کسی دوسری شے میں ملی ہوئی ہیں تو اگر یہ زیادہ مقدار میں ہے تب تو کل کا حکم سونے چاندی کا ہے ورنہ معمولی مال کے اندر داخل ہیں جن پر بغیر تجارت کی نیت کے زکوۃ نہیں

۶۲----- اگرچہ صبح سے پہلے دینا بھی جائز ہے لیکن اگر صبح سے پہلے مر جائے گا تو اس پر واجب نہ ہوگا۔

۶۳----- چھوٹے امیر بچوں کے مال سے دیا جائے گا۔

۶۴---- حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو یہیں نا تمام چھوڑ دیا ہے کہ مقتدیوں کو اس کی ضرورت کم پڑتی ہے راقم نے اس مقام سے آگے کچھ اضافہ مناسب سمجھا باقی تفصیلات کتب فقہ وغیرہ میں مل جائیں گی (مرتب)

۶۵---- حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اختصار کی وجہ سے اس باب میں صرف چند ضروری مسائل بیان فرمائے تھے راقم الحروف نے فتاوی عالمگیری (جلد ہشتم. ص ۔۵۱۶ تا ۵۵۲) کی کتاب الاضحیہ" سے منتخب مسائل اخذ کر کے اس باب کو ذرا مفصل کر دیا ہے . فتاوی مذکور میں یہ مسائل ان ماخذ سے حاصل کئے گئے ہیں:۔ النہایہ . محیط سرخسی . ظہیریہ۔ فتاوی صغری۔ فتاوی کبری۔ فتاوی قاضی خان . وجیز ۔ شرح طحاوی۔ بدائع . سراجیہ ۔ اضاحی زعفرانی . تا تارخانیہ۔ خزانۃ المفتین مبسوط . قنیہ . غیاثیہ وغیرہ وغیرہ (مرتب)

۶۶---- جدید معاشرے میں ایک طبقے کا خیال ہے کہ قربانی کے بجائے صدقہ کر دینا بہتر ہے . یا سرے سے ضرورت ہی نہیں کیوں کہ مال کا ضیاع ہے . یہ بات حکمت شرعیہ سے عدم واقفیت کی وجہ سے کہی جاتی ہے . ایسے معاشرے میں جہاں اسراف و تبذیر عوام و خواص کی عادت ثانیہ بن گئی ہے صرف قربانی میں جزرسی کا خیال کچھ عجیب معلوم ہوتا ہے . امور شرعیہ کو محض اقتصادی نظر سے دیکھنا بنیادی غلطی ہے---- چونکہ کائنات میں حق و باطل کی جنگ جاری رہے گی اس لئے جذبہ ایثار و قربانی کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس کے مٹ جانے سے ملت کے مٹ جانے کا اندیشہ ہے قربانی کا نفسیاتی اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان رزم حق و باطل میں فولاد نظر آتا ہے . مختصر یہ کہ قربانی۔ ع

لہو گرم رکھنے کا ہے ایک بہانہ
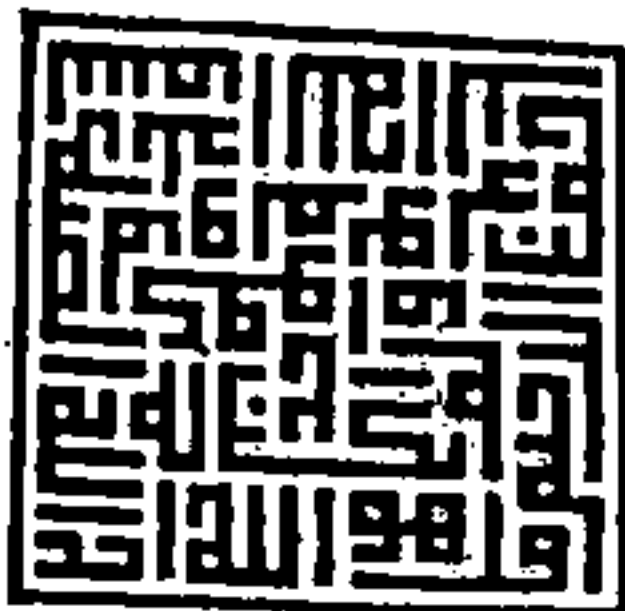
تیسرا حصّہ

اخلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالی نے انسان کو دو جواہر ایسے عنایت فرمائے ہیں جس سے ہر اچھی اور بری چیز کا امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔ عقل موجود فائدے پر نظر رکھتی ہے بلکہ اس کے انجام کو دیکھتی ہے . بر خلاف نفس کے وہ موجود راحت و آرام مد نظر رکھتا ہے۔ پس غور کرنے سے تمام چیزیں چار طرح کی نظر آتی ہیں:۔

۱----- ایک وہ جس سے عقل راضی ہے اور نفس بیزار جیسے وہ تکالیف جو خدا کی فرماں برداری کے وقت ہوتی ہیں . اگرچہ یہ بہت ہی گراں معلوم ہوتی ہیں مگر اس کا نتیجہ بہت عمدہ ہے۔

۲----- دوسرے وہ جس کو نفس پسند کرتا ہے . عقل ناپسند کرتی ہے جیسے وہ سرور جو خدا کی نافرمانی کے وقت حاصل ہوتا ہے گو بالفعل یہ خوش نما معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا انجام بہت خراب ہے۔

۳----- تیسرے وہ جس کو عقل و نفس دونوں پسند کرتے ہیں جیسے علم کیونکہ اس کی موجودہ اور آیندہ دونوں حالتیں عمدہ ہیں۔

۴----- چوتھے وہ جس کو عقل و نفس دونوں ناپسند کرتے ہیں جیسے جہل کیونکہ اس کے دونوں پہلو برے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ علم سے زیادہ عمدہ اور جہل سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں کیونکہ ان کی بھلائی اور برائی میں عقل و نفس دونوں کا اتفاق ہے . اس کے دلائل تو بہت ہیں لیکن چوں کہ کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کو اس کی فضیلت میں کچھ کلام ہو اس لئے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے . لیکن ترغیب کے لئے علماء کے چند فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ جب تمام فنون سے علم افضل ہے تو ضرور تمام اہل فن سے اہل علم افضل ہوں گے . ان کی شان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں . من جملہ ان کے چند یہ ہیں:۔

۱۔ "جاہل کی عبادت سے عالم کا سونا افضل ہے۔"

۲۔ "عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم پر"

۳۔ "عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے"

۴۔ "جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کرنا منظور ہوتی ہے اس کو دین کا علم اور سمجھ عنایت فرماتا ہے"۔

اور اس سے زیادہ مرتبہ کیا بڑا ہوگا کہ عالم کے علم کی اہانت سے انسان دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے لیکن یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کی یہ شان ہے۔ سو وہ کلام اللہ، حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور فقہ ہے جس کو علم دین کہتے ہیں۔

جو شئے ہم پر فرض ہے اس کا علم بھی ہم پر ضرور فرض ہوگا ورنہ ہم اس کو بغیر علم کے کیسے بجا لا سکتے ہیں؟ پس جو فعل جس پر فرض ہوگا اس کے احکام بھی جاننا اس پر فرض ہوں گے۔ اس کو فرض عین کہتے ہیں مثلاً جب داخل اسلام ہوئے تو ضروری ہے کہ اس کے عقائد کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جس پر نماز فرض ہے اس پر نماز کے۔ جس پر روزہ فرض ہے اس پر روزے کے۔ اور جس پر حج فرض ہے اس پر حج کے احکام سیکھنا ضروری ہیں۔ اب رہا اپنی ضرورت سے زیادہ علم حاصل کرنا---- سو ایسا علم فرض کفایہ ہے۔ پس اس طرف متوجہ ہوں اور اپنے بچوں کو ترغیب دے کر یہ علم حاصل کرائیں۔ اگر آپ کی اولاد دین سے نا آشنا رہی تو رفتہ رفتہ مسلمانی صرف رسم بن کر رہ جائے گی اور یہ سارا وبال آپ کی گردن پر رہے گا۔ نام کا مسلمان ہونا ہرگز فائدہ نہ دے گا---- میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے کام دھندوں کو بالائے طاق رکھ دو۔ نہیں وہ بھی کرو لیکن ایک آدھ گھنٹہ اس کے واسطے بھی نکالو۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا اپنی ہمتوں پر نظر رکھ کر ورنہ اصل بات تو یہ ہے کہ ہم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے کہ رات دن دنیا کمائیں۔ سرگرداں رہیں۔ لہو و لعب۔ کھانے پینے وغیرہ میں مصروف رہیں بلکہ اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ اپنے خالق کو پہچانیں اور اس کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ اور معرفت الٰہی اور عبادت کا صحیح کیف و سرور بغیر علم کے ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ علم ہی ایسی

شے ہے جس نے اشرف المخلوقات بنایا اور خلافت الٰہی کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے علم ہی کی وجہ سے فرشتوں پر فضیلت حاصل کی جس کو قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے۔

پس غور کریں کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے؟---- جب اپنے نفس کو پہچان لیں گے اور معرفت نفس کے ساتھ ساتھ پسندیدہ عادات اور حمیدہ اخلاق پیدا ہو جائیں گے اس وقت ہر فعل عبادت ہو گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا اصل سبب یہ بیان فرمایا:-

"میں اس واسطے دنیا میں بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کروں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں کونسا عمدہ خلق ہے جو نہ تھا اور جو ہمارے واسطے نہ بیان فرمایا ہو۔۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں آپ کے خلق کی اس طرح تعریف فرماتا ہے:-

"(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) تمہارا خلق بہت ہی بلند ہے"۔

میں مطلق علم کے بارے میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں. علم اخلاق کی تعریف میں یہی چند کلمے کافی سمجھتا ہوں۔

علم دین چار علموں پر مشتمل ہے:-

(۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) اخلاق

عقائد و عبادات کا بیان گذشتہ صفحات میں گذر چکا اب بتوفیق ایزدی اخلاق کا بیان کیا جاتا ہے۔ عقائد کی درستی کے بعد اخلاق کا درست کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اسی میں خرابی آنے سے دین میں خرابی آرہی ہے لہٰذا اول برے اخلاق بیان کیئے جائینگے جن سے بچنا لازم ہے پھر عمدہ اخلاق کا بیان ہو گا۔

پہلا باب

اخلاق و رذائل

پہلی فصل

اخلاق و عادات ذمیمہ

۱۔ اعتقاد کفر و بدعت----- "کافر رہنا یا ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو کفر ہے۔ اور ان چیزوں کو اچھا یا برا کہنا جن کی ادلہ اربعہ میں کوئی اصل نہ ہو"----- لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جن چیزوں کی ممانعت ان دلائل سے ثابت نہ ہوگی وہ مباح ہوں گی۔ اس کو گاہے گاہے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کا اس طرح رواج دینا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ بھی دین میں داخل ہے۔ نری بدعت ہے۔ ہاں اگر وہ فی نفسہ عمدہ ہے اور اس پر مستند علماء اور اولیاء اللہ کا عمل رہا ہے تو اس کا کر لینا مستحب ہے لیکن اگر انھیں جیسے علماء مستندین نے اس کا انکار کیا ہے تو اس میں سکوت بہتر ہے۔ نہ اس کے کرنے والے کو بدعتی کہو اور نہ اس کے منکر کو ملامت کرو۔ ادب کی راہ چلو۔ طریقہ اہل سنت یہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے جو چیز جس طرح ثابت ہے اس کو اسی طرح تسلیم کرنا۔

۲۔ حب مدح و خوف ذم----- "یہ چاہنا کہ لوگ اچھا کہیں برا نہ کہیں"----- پس ان کے اچھا برا کہنے کو برابر سمجھو۔ کیونکہ یہ فائدہ اور ضرر دینے والی چیز نہیں اور بالکل نڈر ہو کر اہل سنت کے طریق پر چلو۔

۳۔ اتباع ہوا----- "شریعت کے خلاف خواہش نفس کے تابع ہونا"----- پس جو چیز حرام ہے اس میں تاویل نہ کرو۔

۴۔ حب دنیا۔۔۔۔ "جس چیز کا آخرت میں ثمرہ نہ نکلے اس کو چاہنا"۔۔۔۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
"دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ اور کافر کی جنت"۔
پس اکثر موت کو یاد کرو اور اللہ سے لو لگاؤ۔ دنیا کو فنا ہونے والی سمجھو۔

۵۔ تکبر۔۔۔۔ "اپنے کو دوسرے سے اچھا سمجھنا"۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
(ا) جس کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔
(ب) جو شخص تکبر کرتا ہے اس کو اللہ لوگوں کے نزدیک سور اور بندر سے بھی زیادہ ذلیل کر دیتا ہے۔
دیکھو تکبر کی وجہ سے شیطان کا کیا حشر ہوا۔ پس ہر ایک کے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آو۔

۶۔ عجب۔۔۔۔ "خود کو اپنے کمال کی وجہ سے اچھا سمجھنا"۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بری خواہشات اور بخل سے بھی زیادہ بدتر چیز ہے۔ پس اپنی صفات کو اللہ کا عطیہ سمجھو اور اس سے ڈرتے رہو کہ وہ چھین نہ لے۔

۷۔ ریا۔۔۔۔ "لوگوں کو دکھلانے کے واسطے نیک کام کرنا"۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تھوڑی ریا بھی شرک ہے۔ پس جاہ کی محبت اور عجب نکال ڈالو۔ ریا سے امن پاو گے اور اگر اس سے نہ بچ سکو تو اس خیال سے اعمال صالحہ ترک نہیں کرو کہ ریا مشرک بنانے والی ہے۔ کئے جاو۔ کچھ روز یہ بات رہے گی پھر عادت سی ہو جائے گی۔ پھر عادت سے عبادت اور انشاء اللہ پھر اس میں اخلاص بھی آہی جائے گا۔

۸۔ غرور۔۔۔۔ "شیطانی فریب کی وجہ سے نفسانی خواہش پر مطمئن ہو جانا"۔۔۔۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

"دنیا کی زندگی کہیں تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور اللہ کی باتوں میں دھوکا دینے والا (شیطان) کہیں دھوکا نہ دے بیٹھے"۔

شیطان کے مذمت بعینہٖ جہالت کی مذمت ہے کیونکہ جہالت سے یہ پیدا ہوتا ہے. پس اپنے اقوال و افعال کو قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے تابع کرو۔

۹۔ حب جاہ----- "یہ چاہنا کہ لوگ ہم کو بڑا سمجھیں"----- اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے:۔

"ہم نے جنت انھیں کے لئے بنائی ہے جو دنیا میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد ڈالتے ہیں پس جان لو کہ ہر طرح کی عزت و عظمت اللہ ہی کے لئے ہے"۔

اپنی حقیقت پر تو غور کیا کرو؟----- اور کسی صفت کمالیہ کی وجہ سے کسی نے تمہاری عزت بھی کی تو وہ عزت اس کمال کی ہوئی نہ تمہاری ہوئی پس وہ صفت اپنی عزت چاہے یا نہ چاہے تم کون؟----- تم خود کو حقیر سمجھتے رہو. اور جہاں تک ہوسکے اپنی شہرت نہ چاہو اور تواضع سے پیش آو. اسی میں بہتری ہے۔

۱۰۔ حرص----- "یہ کوشش کرنا کہ ہمارے پاس مال زیادہ جمع ہو"----- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"تم ہرگز اس طرف نظریں نہ لگانا جس سے بعض گروہ کفار کو نفع حاصل ہوا ہے. ہم نے آرائش کے ساتھ دنیا کی زندگانی رکھی ہے"۔

پس حرص نہ کرو کہ حریص ہمیشہ ذلیل رہتا ہے اور جس قدر ہوتا ہے وہ بھی کھو بیٹھتا ہے اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر آمدنی سے زیادہ خرچ ہو تو خرچ گھٹاو ورنہ پھر جس قدر خرچ ہے اسی قدر کماو باقی وقت عبادت میں صرف کرو۔

۱۱۔ کینہ----- "کسی کی طرف سے دل میں برائی رکھنا"----- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "آپس میں بغض نہ رکھو". پس باہمی میل جول بڑھاو۔

۱۲۔ غصہ ---- "اپنے خلاف بات معلوم کرنے کی وجہ سے خون کا جوش مارنا اور آپے سے باہر ہو جانا" ---- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "غصہ نہ کرو. اگر غصہ آجائے تو اعوذ پڑھ لو. کھڑے ہو تو بیٹھ جاو اور جب بھی نہ جائے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کر لو" ---- پس حلم اور ملائمت کو اپنا شیوہ بناو۔

۱۳۔ حسد ---- "کسی کے اچھے حال کا زوال چاہنا" ---- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ---- آپس میں حسد نہ کرو. بہتر ہے کہ حاسد سے محبت سے پیش آو اگر تکلیف ہی سہی. وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور اس طرح حسد دور ہو جائے گا. ورنہ پھر حسد نہ پنپنے دے گا۔

۱۴۔ بخل ---- "جہاں خرچ کرنا چاہیئے وہاں خرچ کرنے میں تنگ دلی کرنا" ---- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"بخیل اللہ سے دور ہے. جنت سے دور ہے. لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے نزدیک ہے"۔

پس اس صفت کو نکالو اور اکثر خدا کی راہ میں بھی خرچ کرو کہ یہ بہت جگہ کام آئے گا اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی حاجت مند کو قرض دیا کرو اس سے تمہارا مال بھی قائم رہے گا اور خرچ کرنے سے دوگنا ثواب مل جائے گا۔

۱۵۔ غیبت ---- "کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی باتیں کرنا کہ اگر وہ سنے تو برا مانے" ---- اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

"تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی غیبت نہ کریں. کیا تم دوست رکھتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاو"۔

پس جس کی غیبت کرو اس سے معاف کرا لیا کرو. ورنہ اس کے اور اپنے لئے استغفار کرتے رہو ---- یہ نہ خیال کرو کہ ہم تو وہ کہہ رہے ہیں جو اس میں موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی غیبت ہے ..اور وہ بات جو اس میں نہ ہو بیان کرنا. بہتان ہے۔ اور یہ اس سے بڑھ کر گناہ ہے. ہاں ظالم اور بد عقیدہ لوگوں کا اس لئے عیب بیان کرنا کہ لوگ اس سے بچیں. درست ہے۔

۱۶۔ جہل ۔۔۔۔۔ اپنے دین کی باتوں سے ناواقف رہنا۔

۱۷۔ امل ۔۔۔۔۔ دنیا کی زندگی پر بھروسہ کرنا۔

۱۸۔ طمع ۔۔۔۔۔ دنیا کی لذتوں کا لالچ کرنا ۔۔۔۔ اس سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے. پس عزت و آبرو سے رہو۔

۱۹۔ شماتت ۔۔۔۔۔ کسی نیک آدمی پر بلا اور مصیبت آنے سے خوش ہونا۔

۲۰۔ عداوت ۔۔۔۔۔ دنیا کے لئے کسی مسلمان سے دشمنی رکھنا۔

۲۱۔ جبن ۔۔۔۔۔ دین کی باتوں میں نامردی اور سستی سے کام لینا۔

۲۲۔ غدر ۔۔۔۔۔ عہد کو توڑ ڈالنا۔

۲۳۔ خلف وعدہ ۔۔۔۔۔ وعدہ کر کے خلاف کرنا اگرچہ بچوں کو بہلانے کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔

۲۴۔ سوء ظن ۔۔۔۔۔ کسی پر بدگمانی کرنا۔

۲۵۔ اسراف ۔۔۔۔۔ جہاں خرچ کرنے کا حکم نہ ہو وہاں خرچ کرنا یا حد سے زیادہ خرچ کرنا۔

۲۶۔ بطالت ۔۔۔۔۔ کاہلی کرنا. کام کو دوسرے وقت پر ٹال دینا. پس سعی و کوشش کرتے رہو۔

۲۷۔ عجلت ۔۔۔۔۔ بغیر سوچے سمجھے ہر کام میں جلدی کرنا۔

۲۸۔ شقاوت ۔۔۔۔۔ سخت دلی اور بے رحمی سے پیش آنا۔ پس مخلوق خدا پر شفقت کرتے رہو ورنہ کوئی پاس بھی پھٹکنے نہ دے گا۔

۲۹۔ کفران نعمت ۔۔۔۔۔ کسی کی عنایت کا شکر نہ کرنا. اس سے آدمی جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے۔

۳۰۔ تعلیق ۔۔۔۔۔ اپنی تدابیر پر بھروسہ کرنا. خدا پر توکل نہ کرنا۔

۳۱۔ حب الفسقاء ۔۔۔۔۔ فاسقوں سے محبت رکھنا ۔۔۔۔ پس اللہ کے واسطے

ان سے بغض رکھو۔

۳۲۔ بغض الصلحاء---- اچھے لوگوں سے دشمنی رکھنا۔ یہ بلا کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

۳۳۔ امن عذاب---- اللہ کے عذاب سے نڈر ہونا۔ ایسے شخص سے اللہ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

۳۴۔ لوگوں کی خرابی کے لئے تدابیر کرنا۔ بلکہ خرابی میں پڑے ہوؤں کی اصلاح کرنی چاہیے۔

۳۵۔ مداہنت---- دین میں سستی کرنا۔ نصیحت سے دم چرانا۔

۳۶۔ انس المخلوق---- لوگوں کی محبت میں دین کی خبر نہ رکھنا---- ایسی محبت کام آنے والی نہیں۔ اس سے بچنا لازم ہے۔

۳۷۔ خفت---- چھچھورپن کرنا۔ اس سے آدمی حقیر ہو جاتا ہے پس بھاری بھر کم رہو۔

۳۸۔ مکابرہ---- حق سمجھتے ہوئے حق سے انکار کرنا اور حق بات نہ ماننا۔

۳۹۔ صلف---- شیخی بگھارنا۔

۴۰۔ نفاق---- ظاہر و باطن ایک نہ رکھنا---- اللہ تعالی فرماتا ہے کہ منافق دوزخ کے نیچے درجے میں ہوں گے اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔

۴۱۔ غباوت---- کند ذہنی---- یہ اکثر گناہوں سے پیدا ہوتی ہے۔

۴۲۔ وقاحت---- بے حیائی کرنا۔

۴۳۔ حب ریاست---- شہرت اور بڑائی کی چاہت---- پس گم نام رہنا پسند کرو اسی میں بہتری ہے۔

اوپر ان عادات و اخلاق کا مجملا بیان کیا گیا جن کا شمار رذائل میں ہوتا ہے۔ اب مکارم اخلاق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری فصل

اخلاق و عادات حسنہ

۱۔ اخلاص ۔۔۔۔۔ خالص خدا کے واسطے عمل کرنا ۔۔۔۔ اس غرض سے نہیں کہ لوگوں میں ہماری قدر ہو۔ اور یہ نیت پر موقوف ہے ۔ جیسی نیت ہوگی ویسا اس کا حکم ہوگا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

"نہیں حکم کیا گیا مگر اس امر کا کہ اللہ کی عبادت کریں اور خالص اسی کے واسطے"۔

پس ریا سے بچو ۔ جیسی لوگوں کے سامنے عمدہ عبادت کیا کرتے ہو ویسی ہی تخلیہ میں کیا کرو اور یہ سمجھ لو کہ لوگوں کا اچھا اور برا کہنا فائدہ اور ضرر دینے والا نہیں ۔ پھر عبادت میں ان کا خیال کیوں کیا جائے؟

۲۔ دعا ۔۔۔۔۔ "تمام خیالات و تدابیر سے بے نیاز ہو کر نہایت عاجزی کے ساتھ درگاہ الہی سے اپنی مرادیں چاہنا" ۔۔۔۔ اور یہ خلاف عقل نہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"دعا عبادت کا مغز ہے"۔

دنیا طرح طرح کی تکالیف ہی کی جگہ ہے ۔ اس سے گھبرا جانا نامردوں اور پست ہمتوں کا کام ہے ۔ اگر کوئی مشکل پیش آ جائے تو کثرت سے عبادت کرو اور گڑگڑا کر دعائیں کرتے رہو ۔ انشاء اللہ وہ مشکل حل ہو جائے گی ۔ یہ اللہ تعالی کے امتحان ہوتے ہیں ، اس میں مستعد رہنا چاہیے ۔ اس کو علو ہمتی کہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو جب تک کھانے پینے کی احتیاط نہ رکھو گے دعا کا قبول ہونا مشکل ہے۔ شراب وغیرہ سے بچنا ظاہر ہی ہے لیکن اس عمل سے بھی بچو جو کمائی کو حرام کر دیتا ہے مثلاً کم تولنا ۔ کسی کا حق چھین کر اپنی کمائی میں ملا لینا اگرچہ کچھ کوڑیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ

۳۔ صبر----- "رنج و مصیبت میں بے قراری ظاہر نہ کرنا اور نفسانی خواہشوں کو مغلوب کرنا"----- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"صبر نصف ایمان ہے"۔

اس کے فضائل بے شمار ہیں۔ چنانچہ کلام مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر صبر کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بے صبری اور نوحہ وغیرہ کی مذمت اور ممانعت کس قدر کی گئی ہوگی----- یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب خدا کا ہے۔ جب چاہتا ہے لے لیتا ہے----- ایسے موقعوں پر **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا کرو۔ اس سے وہی چیز یا اس کا عمدہ بدلہ مل جائے گا----- خواہشات نفسانی پر یہ یقین کر کے صبر کرو کہ گناہ سے جو لذت ہوگی وہ بہت ہی قلیل عرصہ رہے گی اور اس کے عذاب کی مدت خدا ہی جانے۔ اور اگر اس سے میں باز رہا تو مجھ کو وہ لذت نصیب ہونے والی ہے جو کبھی نہ مٹے گی۔

۴۔ شکر----- "نعمت کو منعم کی طرف سے سمجھنا اور اس کی قدر کرنا۔ تعریف بیان کرنا اور اس کے حکم مستعدی سے بجا لا کر اعضا سے بھی شکر ظاہر کرنا تاکہ نعمتوں کی ترقی ہو"----- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اگر شکر کرو گے تو تم پر اپنی نعمتیں زیادہ کروں گا اور اگر نا شکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا"-----

پھر انسانوں کے شکر کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہو سکے تو چیز کا عوض دیا کرو۔ ورنہ دینے والے کی تعریف ہی کر دیا کرو کیوں کہ جس نے تعریف کی اس نے شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے چھپا لیا اس نے ناشکری کی۔ الحاصل جس نعمت

خداوندی کو دیکھو، سوچا کرو کہ کس کس خوبیوں کے ساتھ اللہ نے اس کو ہمارے واسطے پیدا کیا ہے۔ انشاء اللہ اس طرح سوچنے سے شکر کے علاوہ بڑے بڑے رتبے حاصل ہوں گے۔

۵۔ توکل۔۔۔۔ "اپنے ہر کام کے لئے مناسب تدبیریں کر کے (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) خدا پر چھوڑ دینا" کہ الٰہی جتنا کام ہمارا تھا ہم نے کر لیا۔ اب انجام تک پہنچانا آپ کا کام ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

"اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو۔ اللہ توکل کرنے والے کو دوست رکھتا ہے"۔

مختصر یہ کہ بدشگونی اور ٹوٹکوں وغیرہ سے بچو اور کسی کام میں تشویش واقع ہو تو اس تعالٰی کے بے شمار احسانات اور عنایتوں کا خیال کر کے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا کرو کہ انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو گے اور یہ آیت کثرت سے پڑھا کرو:۔

و افوض امری الی اللہ ط ان اللہ بصیر بالعباد

انشاء اللہ بہت جلد کامیاب ہو گے۔

۶۔ رجا۔۔۔۔۔ "اعمال صالحہ کر کے اللہ کے فضل اور گناہوں کو مغفرت کا امیدوار رہنا"۔۔۔۔۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

"(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے بندوں (فرماں برداروں) سے فرما دیجئے (جو اتفاقیہ بڑے گناہ کر بیٹھتے ہیں) کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر کافر کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیا چیز ہے تو وہ بھی کبھی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو"۔

پس اس کی بے شمار نعمتوں کو یاد کیا کرو اور یہ سوچا کرو کہ جب وہ نافرمانیوں کے باوجود اپنے خزانے ہم پر بند نہیں کرتا جو لوگ اس کی اطاعت میں

مصروف ہیں وہ کب دو جہاں میں اس کی رحمت سے محروم رہ سکتے ہیں؟---- اس کی رحمت سے نا امید ہونا بڑی بری چیز ہے. جیسا تم اللہ کے ساتھ گمان رکھو گے اللہ تعالی بھی ویسا ہی تم سے معاملہ فرمائیں گے۔

۷۔ محبت---- "دل کو لذت دینے والی چیز کی طرف طبیعت کا راغب ہونا"---- اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

"ایمان والے اللہ کی محبت میں سخت ہیں"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"جو شخص اللہ تعالی کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو مکروہ سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے"۔

پس اللہ کے سوا سب کی محبت ترک کرو. اسی کو 'زہد' کہتے ہیں ہاں جن کی محبت ہیں اللہ ہی کی محبت ہے ان کی محبت میں تو جان و دل سے دریغ نہ کرو۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم. آپ کے اہل بیت، اصحاب اور اولیاء اللہ کہ بغیر ان کی محبت کے ایمان ہی نہیں---- الغرض جس سے محبت و بغض رکھو اللہ ہی کے واسطے رکھو اور اس کی کریں پر نظر کرو---- مسلمان بھائی کی عداوت سے بچتے رہو کہ یہ بڑا گناہ ہے مگر کسی سے ایسی محبت بھی نہ کرو کہ اللہ یاد نہ رہے. اگر کسی عمدہ صورت پر طبیعت راغب ہو اور وہ بے چین کر دے تو سوچا کرو کہ جس نے یہ صورت بنائی ہے وہ کیسا حسین و جمیل ہوگا؟---- اسی کا کیوں نہ عاشق ہوں؟ پس اسی کے احسانات اور جمال کا بیان کیا کرو اور سنا کرو۔

۸۔ رضا---- "دل اور زبان سے اللہ تعالی کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرنا"---- اہل رضا کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو چیز اللہ تعالی نے انسان کے لئے مقرر فرمائی اس پر اس کا راضی رہنا نشان سعادت ہے"۔

اور یہ بات محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح بھی سوچا کرو کہ جب ہماری ناراضگی سے کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلتا تو کیوں ہم اس بلا میں مبتلا ہوں؟----
پس اگر اللہ کی نعمتیں میسر نہ آئیں تو غم نہ کھاو اور شکایت نہ کرو۔

۹۔ تامل----- "کسی بات کو اس کے تمام پہلو سوچ کر کرنا. بلا سوچے سمجھے نہ کر بیٹھنا"----- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"تامل رحمان سے ہے اور جلدی شیطان سے"۔

پس تمام کاروبار میں تامل کو نگاہ رکھو ورنہ پچھتانا پڑے گا"۔

۱۰۔ صدق----- "قول و فعل. نیت و ارادہ. عہد و عمل اور مقامات دین کے حاصل کرنے میں سچا ہونا"----- کہ جس مقام کو حاصل کرنا چاہے انجام کو پہنچا دے کسر نہ رکھے----- اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

"جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں وہ صدیق ہیں"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

"صدق نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف---- بے شک انسان صادق رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کو صدیقوں میں لکھ لیتا ہے"۔

پس صدق کو حاصل کرنے کی کوشش کرو. اس کی کمی کا تدارک کرتے رہو۔ اچھے ارادوں. وعدوں اور عہدوں میں مستقیم رہو اور اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھو۔

۱۱۔ توبہ----- "خطا پر ندامت محسوس کرنا اور نہ کرنے کا ارادہ کر کے خدا سے نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواستگار ہونا اور اس سے بچتے رہنا"----- اس سے گناہ نابود ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

"اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو تو خالص توبہ کرو"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے. پس اپنے

گناہوں کو پرتالتے رہو اور گنتے رہو۔ ان پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کو یاد کرو۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بہت بڑا سمجھو۔ گناہ کے ارادہ کے وقت اللہ کو حاضر و ناظر سمجھو اور اس پر اصرار کرنے سے باز رہو۔ اسی کو 'عفت' کہتے ہیں۔

۱۲۔ حیا۔۔۔۔۔ "بدی کے ارادے کے وقت خدا سے ڈرنا یا لوگوں میں خلاف ادب بات نہ کرنا"۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"حیا ایمان کی شاخ ہے"

پس بے حیاوں سے دور رہو۔ مخلوق میں خلاف ادب بات نہ کہو کہ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ تمام اعضاء کو برے افعال سے باز رکھو کہ اس کو حفاظت کہتے ہیں۔

حیا سے بڑی بڑی عمدہ صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور بری صفات جاتی رہتی ہیں کیوں کہ اس میں بری صفت اختیار کرتے وقت یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا دیکھتا اور سنتا ہے۔ ہم اس کو کیوں کر کریں؟۔۔۔۔۔ اور وہ صفت اختیار کرتے وقت جو مخلوق کے ساتھ متعلق ہے۔ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں خدا کو یہ امر ناگوار نہ ہو اور وہ ہم سے یہ معاملہ نہ کر بیٹھیں پھر تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔۔۔۔۔ حیا سے باقی اخلاق حسنہ بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عدالت، سخاوت، امانت، شجاعت، احسان، عفو، حلم، خلق، تواضع، ادائے حقوق وغیرہ وغیرہ۔

دوسراباب

آداب زندگی

پہلی فصل

زبان سے متعلق آداب

۱۔ ایسے کلمے نہ کہو جس سے آدمی کافر ہو جائے یا خوف کفر ہو یا برائی نکلے یا جس میں نہ دینی فائدہ ہو اور نہ دنیوی۔

۲۔ جھوٹ نہ بولو کہ یہ حرام ہے ہاں رفع فساد کے لئے جائز ہے۔

۳۔ گول مول بات نہ کہو۔

۴۔ چغل خوری نہ کرو یہ بھی حرام ہے ہاں حاکم کے سامنے ظالم کی اس لئے چغل خوری کرنا کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں جائز ہے۔

۵۔ کسی کو ذلیل جان کر مذاق نہ اڑاو۔ ایسا مذاق جس میں جھوٹ وغیرہ نہ ہو خوش طبعی کے لئے جائز ہے۔

۶۔ غصہ کی حالت میں مقدمہ فیصل نہ کرو۔

۷۔ اپنے بادشاہ کی اہانت نہ کرو۔

۸۔ حق بات کہنے میں حکام سے نہ دبو۔

۹۔ کسی مسلمان پر لعنت نہ کرو۔ اگر وہ مستحق لعنت نہ ہوگا تو یہ لعنت تم پر لوٹے گی۔

۱۰۔ کسی کو گالی نہ دو۔ گناہ کبیرہ ہے۔

۱۱۔ بغیر ضرورت حیا کی باتیں کھول کر نہ بیان کر۔

۱۲۔ کسی کو طعنہ نہ دو ورنہ تم بے عزت اور مطعون ہو کر مرو گے۔

۱۳۔ نوحہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۱۴۔ کسی کو ہرانے کے لئے بحث نہ کرو۔

۱۵۔ بے ہودہ غزلیں نہ گاو۔

۱۶۔ بری باتوں میں مشغول نہ ہو اور نہ سوچو۔

۱۷۔ بغیر حاجت سوال کرنا حرام ہے اور بہت ہی ضرورت ہو تو نیک اور سخی آدمی سے مانگو۔

۱۸۔ باطن کے خلاف ظاہر میں کلام نہ کرو۔

۱۹۔ ناحق بات پر کسی کی سفارش نہ کرو۔

۲۰۔ اچھی بات بتلاو اور اگر طاقت ہو تو بری بات سے روکو۔

۲۱۔ سخت کلامی نہ کرو. ہاں اگر دوسرا سخت کلامی سے پیش آئے تو تم بھی اسی قدر کر سکتے ہو۔

۲۲۔ کسی کے عیب پوچھ کر یا چھپ کر تلاش کرنا بری بات ہے۔

۲۳۔ نماز میں. اذان و اقامت میں. خطبہ میں اور صبح صادق سے آفتاب نکلنے تک دنیا کا کلام نہ کرو۔

۲۴۔ پیشاب. پاخانہ. حالت جماع یا حالت غسل میں کلام اور سلام نہ کرو۔

۲۵۔ اپنے کو یا دوسرے کو بد دعا نہ دو۔ مگر ظالم کو اس کے ظلم کے مطابق بد دعا دی جاسکتی ہے۔

۲۶۔ کسی کو برا نام لے کر نہ پکارو بلکہ اگر برا نام ہو تو اس کو پلٹ ڈالو۔

۲۷۔ کافر ظالم کے واسطے بھلائی کی دعا نہ مانگو البتہ ہدایت کی دعا درست ہے۔

۲۸۔ کسی کو خوشامد کرنا اور حد سے زیادہ تعریف کرنا بری بات ہے۔

۲۹۔ جھوٹی قسمیں نہ کھاو۔

۳۰۔ امانت یا وصیت یا کسی عہدے کو خود طلب نہ کرو۔

۳۱۔ خطاوار کا عذر رد نہ کرو۔

۳۲۔ گناہ ہو جائے تو گاتے مت پھرو. چھپاو۔

۳۳۔ اپنی رائے سے کلام مجید کے معنی نہ کرو. حرام ہیں اگرچہ صحیح کیوں نہ ہوں۔

۳۴۔ ناحق کسی کو نہ ڈراو

۳۵۔ بہت نہ ہنسو۔

۳۶۔ کسی کی بات کاٹ کر بیچ میں نہ بول اٹھو۔

۳۷۔ کانا پھوسی نہ کرو۔

۳۸۔ بیگانی عورت سے کلام نہ کرو بلکہ سلام بھی نہ کرو۔

۳۹۔ کافر کو سلام نہ کرو اگر وہ کرے تو جواب میں یھدیک اللہ کہو۔

۴۰۔ بری بات کی راہ نہ بتاو۔

۴۱۔ برے کام کی اجازت دینا گویا خود کرنا ہے۔

۴۲۔ علم دین سیکھو اور سکھاو۔

۴۳۔ سلام اور چھینکوں کا جواب دو۔

۴۴۔ اللہ کا نام لے کر یا سن کر تعالی شانہ کہو. حضور کا نام لے کر یا سن کر درود پڑھو۔ کم سے کم صلی اللہ علیہ وسلم کہو۔

۴۵۔ ماں باپ اور صلہ رحموں سے بولنا ترک نہ کرو۔

۴۶۔ نہایت حاجت کے وقت اپنا مال ضرور ظاہر کرو۔

۴۷۔ سچی گواہی دو۔

دوسری فصل

کان سے متعلق آداب

۱۔ زبان سے جن باتوں کا نکالنا منع ہے حتی الامکان ان کو نہ سنو۔

۲۔ قاضی---- مدعی اور مظلوم کی اور مفتی---- مستفتی کی باتیں سنیں اور عمل کریں یا حکم وغیرہ لگائیں۔ اسی طرح بیوی خاوند کی. غلام آقا کی. امیر سائل کی اور چھوٹے بزرگوں کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں۔

۳۔ کسی کی غیبت نہ سنو بلکہ اس کی طرف سے غیبت کرنے والے کو جواب دو۔

تیسری فصل

آنکھ سے متعلق آداب

۱۔ اپنی اور اپنی عورت کے سوائے کسی بالغ مرد و عورت کی ستر نہ دیکھو. حرام ہے---- مرد کی ستر ناف سے زانو تک ہے اور آزاد عورت کا چہرہ. پہنچوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پیروں کے سوا تمام بدن ستر ہے---- البتہ سخت ضرورت ستر دیکھنے کو جائز کر دیتی ہے۔ آج کل اس کی احتیاط نہیں خاص کر شادی کے موقعوں پر۔

۲۔ اپنے سے زیادہ متمول شخص کو حسرت سے نہ دیکھو ہاں اپنے سے کم کو شکریہ کے لئے اور اپنے سے زیادہ کو عجب و تکبر کو دفع کرنے کے لئے دیکھنا اچھی بات ہے۔

۳۔ کسی کو چھپ کر سوراخ وغیرہ سے نہ دیکھو. حرام ہے۔ اکثر عورتیں دولہا دلہن کی باتیں معلوم کرنے کے لئے دیکھتی ہیں. نہایت بے حیائی ہے. ایسی صورت میں اگر سوراخ سے دیکھنے والے کی کوئی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

۴۔ کسی میں عیب دیکھو تو نرمی سے آگاہ کر دو تاکہ وہ رسوائی سے بچے۔

چوتھی فصل

ہاتھ سے متعلق آداب

۱۔ کسی جاندار کو قتل کرنا اور مارنا گناہ کبیرہ ہے. ہاں ان جانداروں کو مارنا جائز ہے جو ایذا دیتے ہیں مگر ان کو بھی جلا کر یا سسکا کر مارنا درست نہیں۔ چیونٹی اگر نہ کاٹے تو اسکو مارنا درست نہیں۔

۲۔ خودکشی کرنا حرام ہے۔

۳۔ کسی کو ناحق نہ مارو. اور منہ پر تو تقصیر کے باوجود نہ مارو۔

۴۔ چوری کرنا حرام ہے اگرچہ کوڑیوں کی کیوں نہ ہو۔

۵۔ زبردستی کسی کی چیز نہ چھینو۔

۶۔ غنی صدقہ کا مال نہ لے۔

۷۔ ایسے شخص سے کچھ نہ لو جو چیز کا پوری طرح مالک نہیں۔

۸۔ کسی کی چیز نہ چھپاؤ اگرچہ ہنسی سے کیوں نہ ہو۔

۹۔ جس مال کو فقراء پر تقسیم کرنے کے لئے دیا ہو اس میں سے نہ لو۔ ہاں اگر مالک نے اجازت دی ہو تو درست ہے۔

۱۰۔ مسجد میں کسی کو نہ مارو۔

۱۱۔ کچھ دے کر واپس نہ لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص کتا ہے جو قے کر کے چاٹتا ہے۔

۱۲۔ اگر مقدرت کے باوجود خاوند اپنی عورت کو تنگ رکھے تو وہ عورت خاوند کے مال سے بقدر ضرورت (چھپ کر) لے سکتی ہے۔ نہیں تو چوری میں داخل ہے۔

۱۳۔ اگر فن طبابت نہیں آتا تو طبابت نہ کرو۔

۱۴۔ کنکریاں نہ اچھالو۔

۱۵۔ خدا کے واسطے بھی کسی سے لو تو دل دکھا کر نہ لو۔ یہ حلال نہیں۔

۱۶۔ حرام چیز نہ خریدو نہ لو اگرچہ دوسرے کے واسطے لی ہو۔ ہاں ضائع کرنے کے واسطے جائز ہے۔

۱۷۔ جاندار کی تصویر نہ بناؤ۔

۱۸۔ جس کا دیکھنا حرام یا مکروہ ہے اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔

۱۹۔ کسی کا مال ضائع نہ کرو اس کی سخت جواب دہی ہوگی۔

۲۰۔ بغیر اجازت کسی کا مال نہ برتو۔

۲۱۔ کسی کے دینے میں ریا نہ کرو۔

۲۲۔ اول تو قرض لینے سے بچو اور اگر ضرورتاً لے لو تو جلد اتارنے کی فکر کرو۔

۲۳۔ قرض دار کو قرض خواہ سے نہ چھٹاؤ البتہ اگر اس کا قرض ادا کر دو تو نہایت ثواب ہے۔ قیامت کے دن کام آئے گا۔

۲۴۔ قرض خواہ کے دینے کے لئے اگر کچھ۔ ہو تو دوسرے وقت پر نہ ٹالو۔

۲۵۔ دھار والی شے سے کسی کی طرف اشارہ نہ کرو۔

۲۶۔ اپنی جان و مال اور آبرو بچانے کے لئے لڑو۔

۲۷۔ کسی کی طرف کھلا ہوا چاقو نہ پھینکو۔

۲۸۔ جانوروں کے بچوں کو گھونسلے سے نکال کر نہ لاؤ۔

۲۹۔ کبوتر اڑانا۔ جانوروں کو لڑانا۔ ایسے کھیل کھیلنا جو خدا کی یاد سے محروم کر دیں، سب حرام ہیں۔

۳۰۔ ایسی باتیں نہ کہو جو حرام ہیں۔

۳۱۔ ناپاک آدمی کو دین کی کتابیں چھونا اور لکھنا درست نہیں اور قرآن پاک چھونا اور لکھنا تو حرام ہے۔

۳۲۔ ایک مشت سے کم داڑھی ہو تو نہ کتراؤ اور موچھیں نہ بڑھاؤ۔

۳۳۔ قبر کے اوپر سے ہری گھاس وغیرہ نہ اکھاڑو۔

۳۴۔ طاقت ہوتے ہوئے مظلوم کو ظالم سے نہ چھڑانا بہت ظلم ہے۔

۳۵۔ ناخن کترواؤ اس سے نیستی ہوتی ہے۔

۳۶۔ قدرت کے وقت خلاف شرع باتوں کو ہاتھ سے مٹاؤ ورنہ دل سے برا سمجھو۔

۳۷۔ دست کاری کسب معاش کا بہترین ذریعہ ہے اور دھوکا دہی نہ ہو تو پھر تجارت ہے۔

۳۸۔ سودا جھکتا ہوا تولو۔

۳۹۔ جھوٹے تعویذ گنڈوں کا نذرانہ لینا حرام ہے۔ مگر سچے تعویذوں کا نذرانہ لینا جائز ہے۔

۴۰۔ بغیر حرص کے اگر کوئی چیز مل جائے تو اس کو قبول کرلو رد نہ کرو۔

۴۱۔ مفت خور نہ بنو۔ وہ حوصلہ پیدا کرو کہ تمہاری وجہ سے غریب لوگ، بیوہ

اور یتیم اپنا پیٹ پالیں۔

۴۲۔ علماء کرام کی مدد کو واجب سمجھو کہ انہوں نے تمہاری خدمت کے لئے اسباب معیشت ترک کر رکھے ہیں۔

۴۳۔ وہ پیشہ اختیار نہ کرو جس میں نجاست کو ہاتھ لگانا پڑے۔

۴۴۔ ایسی چیز نہ بناؤ جو گناہ کا آلہ بنے۔

۴۵۔ جس طریقہ پر اچھی بسر ہو رہی ہے لالچ سے اس کو نہ چھوڑو۔

۴۶۔ خرید و فروخت میں نرمی اختیار کرو۔ جھوٹ نہ بولو اور خیرات بھی کرتے رہو۔

۴۷۔ اگر تمہارے پاس سائل کو دینے کے لئے ہو تو ٹالو نہیں۔

۴۸۔ یہ خیال کر کے کبھی بکریاں بھی چرا لو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۴۹۔ باہم لین دین جاری رکھو محبت بڑھے گی۔

۵۰۔ مزدور کو پوری پوری مزدوری دینے میں جلدی کرو۔

۵۱۔ ہمسایہ کو جس چیز کی ضرورت ہے دے دیا کرو۔ بڑا ثواب ہے۔

۵۲۔ بیویوں اور اولاد کو برابر کا حصہ دیا کرو۔

۵۳۔ نیا پھل جب ہاتھ میں پہنچے۔ آنکھوں سے لگاؤ اور اللہ کا شکر کرو۔

۵۴۔ رات کو دروازہ بند کر دو۔

۵۵۔ چراغ یا آگ گل کر دو۔ برتن ڈھک کر رکھو۔

۵۶۔ کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس کھلی نہ لے جاؤ۔

پانچویں فصل

پیٹ سے متعلق آداب

۱۔ حرام یا مکروہ یا ایسی چیز نہ کھاؤ جو نقصان پہنچائے۔ اسی میں وہ مال بھی داخل ہے جس میں کسی کی حق تلفی کی گئی ہو۔

۲۔ پیٹ سے زیادہ نہ کھاؤ۔ اگرچہ پیٹ بھر کر کھانا مباح ہے لیکن اولیٰ یہی ہے

کہ کم کھاؤ اس میں بہت فائدے ہیں جن کا یہاں بیان کرنا مشکل ہے مگر اس قدر کم بھی نہ کھاؤ کہ صحت بگڑ جائے---- اس نیت سے زیادہ کھانا کہ نیک کام کے لئے طاقت ملے گی یا مہمان کی دلداری ہوگی تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے ورنہ بسیار خوری میں بہت برائیاں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

۳۔ لوگوں کے سامنے بازار میں۔ مقبرے میں یا جنازے کے پاس نہ کھاؤ کہ مکروہ ہے۔

۴۔ برادری کے امیر لوگ وہ کھانا نہ کھائیں جو میت کے لئے پکایا گیا ہو۔

۵۔ چاندی سونے کے برتن نہ برتو۔

۶۔ جس مجلس میں خلاف شرع کوئی بات ہو وہاں کھانا نہ کھاؤ۔

۷۔ کھانے کے اول **بسم اللہ** پڑھو اگر بھول جاؤ تو **بسم اللہ اولہ واخرہ** پڑھو۔

۸۔ بائیں ہاتھ سے بے ضرورت نہ کھاؤ۔ اپنے آگے سے کھاؤ۔ کفار کے طریقے پر نہ کھاؤ۔

۹۔ اس طرح پر نہ کھاؤ کہ روٹی کی اہانت ہو۔ اس کے بھورے گریں یا اس سے چمچہ وغیرہ پوچھا جائے۔

۱۰۔ کوئی چیز ایک سانس میں نہ پیو۔ بلکہ تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پیو اور سانس کے اول **بسم اللہ** اور آخر **الحمد للہ** پڑھو۔

۱۱۔ گرم گرم کھانا اور بھاپ لینا بہتر نہیں۔

۱۲۔ اگر چند آدمیوں کو کچھ بانٹو تو داہنی طرف والوں کا پہلے حق ہے ان کے بغیر اجازت بائیں طرف نہ بانٹو۔

۱۳۔ کھانے میں مکھی گر پڑے تو ڈبو کر نکال دو۔

۱۴۔ کھانے میں تمام انگلیاں نہ بھرو۔ بلکہ جس میں تمام انگلیاں لگانی پڑیں اس کو بھی تین انگلیوں سے کھاؤ اور کھا چکنے کے بعد برتن بھی صاف کر دو اس سے برکت ہوگی۔

۱۵۔ اپنے آگے اتنا کھانا نہ ڈالو جو پورا نہ کھا سکو۔ ہاں مصلحتاً درست ہے۔

۱۶۔ لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھا کر نہ کھانا اور پھینک دینا بری بات ہے۔ بلکہ صاف کر کے کھا لو۔

۱۷۔ تکیہ لگا کر یا اس طرح جس سے تکبر معلوم ہو نہ کھاؤ۔

۱۸۔ اگر تھوڑی سی چیز بھی ہو تو بانٹ کر کھاؤ۔

۱۹۔ یہ بہت بری بات ہے کہ تم سیر ہو کر کھاؤ اور تمہارا کوئی عزیز یا ہمسایہ بھوکا رہے۔

۲۰۔ جس طرح اور لوگ کھائیں تم بھی کھاؤ۔ زیادہ زیادہ نہ کھاؤ۔

۲۱۔ بدبودار چیز نہ کھاؤ اور کھا کر مجلس میں جانا تو بہت ہی بری بات ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہوں جیسے لہسن پیاز وغیرہ۔ اس کی بہت ممانعت ہے۔ اسی پر حقہ وغیرہ کو قیاس کیا جائے۔

۲۲۔ ناپ تول کر پکاؤ۔ اندھا دھند نہ پکاؤ اس میں برکت ہے مگر بچے ہوئے کو نہ ناپو۔

۲۳۔ تین روز تک مہمان کی خاطر کرو۔ ایک وقت ذرا تکلف سے کھلا دیا کرو اور رخصت کرتے وقت دروازے تک پہنچاؤ۔

۲۴۔ اگر ساتھی نہ کھا چکے ہوں تو تم ان کا ساتھ نبھاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھوکے رہ جائیں۔

۲۵۔ پہلے دسترخوان اٹھاؤ پھر خود اٹھو۔

۲۶۔ کھانا مل کر کھاؤ اس میں برکت ہوگی۔

۲۷۔ ایسے برتن سے پانی نہ پیو جس سے دفعتہ زیادہ پانی آنے کا امکان ہو اور نہ ایسی جگہ سے پانی پیو جہاں سانپ بچھو وغیرہ آنے کا اندیشہ ہو۔

۲۸۔ بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی نہ پیو ہاں سبیل پر یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہے۔

۲۹۔ جس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہو اس کی ٹوٹی ہوئی سمت سے نہ پیو۔

چھٹی فصل

ستر سے متعلق آداب

۱۔ اپنی عورت سے حالت حیض و نفاس میں جماع نہ کرو۔ حرام ہے۔
۲۔ بغیر ضرورت اپنی ستر نہ دکھاو۔ بلکہ ویسے بھی برہنہ نہ ہو خدا اور فرشتوں سے شرم کرو۔
۳۔ عورت۔ عورت سے شہوت نہ کرے۔
۴۔ حاجت ضروریہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرو اگر آڑ نہ ہو تو چاند۔ سورج کی طرف بھی منہ نہ کرو۔ مکروہ ہے۔
۵۔ ایسی چیزوں سے استنجا نہ کرو جو تعظیم والی۔ قیمتی یا ضرر رساں ہوں۔
۶۔ راستہ میں۔ سایہ میں جہاں لوگ ٹھہرتے ہوں۔ کھڑے ہو کر۔ پانی میں۔ سوراخ میں۔ غسل خانے میں۔ بے پردہ جگہ۔ اس جگہ جہاں سے چھینٹیں آئیں یا پیشاب اپنی طرف آئے---- ان تمام مقامات پر حاجت ضروریہ سے فارغ نہ ہو۔ مکروہ ہے۔
۷۔ بیت الخلاء جاتے وقت وہ انگوٹھی اتار دو جس پر اللہ اور رسول کا نام کندہ ہو۔
۸۔ حاجت ضروریہ سے فراغت کے لئے اس وقت ستر کھولو جب زمین کے قریب ہو جاو۔
۹۔ پہلے ڈھیلوں سے استنجا کرو پھر پانی سے اور اول و آخر بسم اللہ پڑھو۔ اس میں دوسرے فوائد کے علاوہ بہت سے طبی فائدے بھی ہیں۔
۱۰۔ بیت الخلاء جاتے وقت بایاں قدم رکھو اور یہ دعا پڑھو اللھم انی اعوذ بک من الخبث و الخبائث اور نکلتے وقت پہلے دایاں قدم نکالو اور یہ دعا پڑھو الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی و عافانی۔
۱۱۔ اگر حاجت ہو اور استطاعت بھی تو نکاح کرو۔ ورنہ روزہ رکھ کر شہوت پر قابو پاو۔

۱۲۔ اگر کسی غیر مرد و عورت میں عشق پیدا ہو جائے تو ان کا آپس میں نکاح کر دو۔

۱۳۔ تنہائی میں غیر عورت کے پاس نہ بیٹھو زہر قاتل ہے آجکل کے پیر اور رشتہ دار اس کی احتیاط نہیں رکھتے۔

۱۴۔ میاں بیوی کو چاہیئے کہ خلوت کے معاملات دوست و احباب سے نہ کہیں۔ سخت بے حیائی ہے۔

۱۵۔ محض قرائن سے بیوی کو بدکار خیال نہ کرو۔

۱۶۔ نکاح کرتے وقت عورت و مرد کی دین داری کا زیادہ خیال رکھا جائے۔

۱۷۔ بلا اشد ضرورت طلاق نہ دو۔

۱۸۔ اگر کوئی تم سے نکاح کے سلسلے میں مشورہ کرے تو صحیح بتا دو اگرچہ عیب ہی بیان کرنا پڑے۔

۱۹۔ مباشرت میں حیوانوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح مشغول ہو۔

ساتویں فصل

پاؤں سے متعلق آداب

۱۔ گناہ کی مجلس میں شریک نہ ہو۔

۲۔ وبا سے نہ بھاگو اور جہاں ہلاک ہونے کا خوف ہو وہاں نہ جاو۔

۳۔ جہاد کے لئے جاو تو والدین سے اجازت لینا ضرور ہے۔ مگر جب جہاد فرض عین ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔

۴۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ چلنے کی عام اجازت ہے غیر شخص کی مملوکہ زمین پر نہ چلو۔

۵۔ بغیر بلائے دعوت میں نہ جاو۔

۶۔ دین کی کتابوں کی طرف پیر نہ پھیلاو۔ اگر سہوا پھیلائیں تو خیر۔ ورنہ اہانتہ پھیلائیں تو کافر ہو جاو گے۔

۷۔ غلہ کی قسم میں سے کسی چیز کی اہانت نہ کرو اور اس پر پاوں نہ رکھو۔

۸۔ پیر سے کسی کو نہ مارو۔ خاص کر حیوان کو ایذا دینے سے بچو۔

۹۔ ظالم امیروں کے پاس نہ جاو۔

۱۰۔ اچھے مقامات پر جاتے وقت دایاں پیر رکھو اور نکلتے وقت بایاں پیر نکالو جیسے مسجد اور گھر وغیرہ اور برے مقامات پر اس کے برعکس کرو۔

۱۱۔ سفر سے واپس ہو تو پہلے مسجد میں دوگانہ ادا کرو پھر گھر میں داخل ہو۔

۱۲۔ جہاد میں دوگنے کفار سے بھی نہ بھاگو۔ گناہ کبیرہ ہے۔ ہاں اگر سامان نہ ہو اور کفار کے پاس سامان ہو تو پیچھے ہٹ جانے میں مضائقہ نہیں۔

۱۳۔ ادائے فرض اور سنن وغیرہ کے لئے گھر سے باہر نکلو گھر میں نہ بیٹھے رہو۔

۱۴۔ جہاں ریا اور خلاف شرع باتیں نہ ہوں وہاں دعوت میں جاو مسنون ہے۔ اگر جانے کے بعد کوئی خلاف شرع بات معلوم۔ ہو تو اگر صدر مجلس ہو تو لوٹ آو تاکہ لوگ سندا تمہاری شرکت کا ذکر نہ کریں۔ اور ممکن ہے کہ عدم شرکت سے لوگوں کو عبرت ہو اور باز آجائیں۔

۱۵۔ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ کے لئے۔ قدرت ہوتے ہوئے نصیحت کے لئے اور مظلوم و محتاج کی مدد کے لئے جانا ضروری ہے۔ اگر کوئی نہلانے والا نہ ہو تو میت کے غسل کے لئے اور جن عزیزوں کی خدمت تمہارے ذمے ہے ان کے لئے بھی جانا ضروری ہے۔

۱۶۔ تنہا سفر نہ کرو کوئی رفیق ساتھ لو۔

۱۷۔ قافلے سے علیحدہ نہ ہو۔

۱۸۔ قافلے میں کسی کو پیشوا بنالو۔

۱۹۔ اگر ٹھہرنے کا وقت آجائے تو سواری سے اتر جاو۔ خواہ مخواہ جانور کو تکلیف نہ دو۔

۲۰۔ ہر بات میں بے زبان جانوروں کے آرام کا پورا پورا خیال رکھو۔

۲۱۔ بن ٹھن کر اور اکڑ کر نہ چلو۔

۲۲۔ عورت اگر ضرورۃ بازار نکلے تو کنارے کنارے چلے۔

آٹھویں فصل

پوشش و زینت سے متعلق آداب

۱۔ نیا کپڑا پہن کر خدا کا شکر ادا کرو۔

۲۔ لباس داہنی طرف سے پہنو۔

۳۔ لباس کو وضع کے خلاف نہ پہنو. ٹخنوں سے نیچے نہ پہنو اور نہ اس طرح پہنو کہ ستر کھلے۔

۴۔ ریشمی کپڑا نہ پہنو لیکن اگر تانا ریشم کا اور بانا سوت کا ہو تو جائز ہے. یہ احکام مردوں کے لئے ہیں۔

۵۔ ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں سے بدن نظر آئے۔

۶۔ عورت اور مرد ایک دوسرے کے لباس میں مشابہت نہ رکھیں. غیر قوموں کا لباس بھی اختیار نہ کیا جائے (کہ اس سے قوم کی تمدنی وحدت باقی رہتی ہے)۔

۷۔ عورت ایسا زیور استعمال نہ کرے جو بجتا ہو۔

۸۔ مرد کے لئے زینت کی صرف اتنی اجازت ہے کہ وہ چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے (یہ اس لئے کہ وہ عیش پسندی کی وجہ سے جوہر مردانگی سے عاری نہ ہو جائے)۔

۹۔ جوتا پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا پڑے تو بیٹھ کر پہنو۔

۱۰۔ سرخ رنگ کا شوخ کپڑا مرد کے لئے جائز نہیں۔

۱۱۔ مائیوں کے دنوں میں زرد کپڑے پہننے اور سوگ کے ایام میں سیاہ کپڑے پہننے جائز نہیں---- ویسے عام دنوں میں سیاہ کپڑا پہننا مستحب ہے اور سبز رنگ بھی عمدہ ہے (یہ پابندی اس لئے ہے کہ انسان قید رسوم سے بالاتر ہو کر حق تعالیٰ سے اپنا رابطہ قائم رکھے اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ محمود پیدا کرے)۔

۱۲۔ اگر سر یا داڑھی میں بال ہوں تو سنوارتے رہو. پھوڑ نہ بنو (کہ شریعت کا

مقصود حقیقی تہذیب سے آشنا کرنا ہے) لیکن عورتوں کی طرح ہمہ وقت بناؤ سنگھار میں مصروف نہ رہو۔

۱۳۔ سیاہ خضاب لگانا درست نہیں البتہ مہندی لگانا درست ہے۔

۱۴۔ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انسیت و محبت کا تقاضا ہے کہ آپ جیسی صورت بنائی جائے نہ آپ کے دشمنوں جیسی)۔

۱۵۔ سوتے وقت سرمہ کی تین تین سلائیاں آنکھوں میں لگاؤ۔

۱۶۔ ناک صاف رکھو۔

۱۷۔ سفید بال نوچ کر نہ نکالو۔

۱۸۔ سر کے بالوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تقاضائے تعلق ہے۔ یا تو پورے سر کے بال منڈواؤ یا پورے رکھو۔

۱۹۔ نہاتے رہو خاص کر جمعہ کو ضرور نہاؤ کہ سنت ہے۔

۲۰۔ عورتیں ہاتھوں کو سفید نہ رکھیں۔ مہندی لگاتی رہیں۔ ناخنوں کو ہرگز سفید نہ رکھیں۔

۲۱۔ گھر کو بھی بنا سنوار کر رکھو۔ (کہ تمدن اسلامی کا یہی تقاضا ہے)۔

۲۲۔ دروازے کے آگے کوڑا نہ ڈالو۔

۲۳۔ خوشبو کا ضرور استعمال رکھو۔

نویں فصل

باہمی ملاقات اور مجلس سے متعلق آداب

۱۔ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو سلام کرنے میں پہل کرو۔ ویسے چلنے والا۔ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے ----- کم عمر والا۔ زیادہ عمر والے کو سلام کرے ----- اور سوار پیادے کو سلام کرے۔

۲۔ سلام فرض کفایہ ہے۔ دوسرے باہمی سلام علیک سے محبت بڑھتی ہے۔ پس جان پہچان ہو یا نہ ہو ہر مسلمان کو سلام کرو۔ ہاں جھک کر سلام کرنا

درست نہیں۔

۳۔ کسی مکان میں جاو تو پہلے پکار کر اجازت لے لو۔ اگر صاحب خانہ پوچھے کون؟---- تو اپنا نام بتلا دو۔

۴۔ جب صاحب خانہ باہر آئے تو خندہ پیشانی سے ملو اور مصافحہ و معانقہ کرو۔ اس حسن عمل سے گناہ زائل ہو جاتے ہیں۔ اور اگر تمہارے پاس کوئی بزرگ آئے تو تم بھی عمدہ طریقہ پر ملو بلکہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاو۔ بد مزاجی نہ دکھاو۔

۵۔ مجلس میں جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جاو۔ تکبر سے عمدہ جگہ نہ بیٹھو۔ ہاں اگر صاحب خانہ اصرار کرے تو مضائقہ نہیں۔

۶۔ مجلس میں لانگتے پھلانگتے آگے نہ جاو۔ ہاں اگر پیچھے جگہ نہ رہے اور آگے جگہ ہو تو مجبوری ہے۔

۷۔ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھو لیکن بہتر ہے کہ جانے والا اپنی جگہ رومال وغیرہ ڈال جائے (تاکہ اس کی نشانی رہے اور دوسرا نہ بیٹھے)۔

۸۔ ایسی بات نہ کرو جس سے حاضرین میں سے کسی کو تکلیف ہو۔ اسی طرح سگریٹ وغیرہ حاضرین پر گراں۔ ہو تو اس کا استعمال ترک کر دینا مناسب ہے۔ ویسے اس کا پینا مضر صحت بھی ہے اور خلاف شریعت بھی۔

۹۔ بغیر اجازت دو شخصوں کے درمیان نہ بیٹھو۔

۱۰۔ خوش طبعی اور مذاق مسنون ہے لیکن اس میں جھوٹ نہ بولو اور ایسا مذاق بھی نہ کرو جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو۔

۱۱۔ اگر کوئی مسلمان تمہارے پاس آکر بیٹھے تو اپنی جگہ سے ذرا ہٹ جاو اس میں آنے والے کا اکرام ہے جو ازدیاد محبت کا باعث ہو سکتا ہے۔

۱۲۔ نہ اپنی پشت کسی کی طرف کرو اور نہ کسی کی پشت کی طرف بیٹھو۔

۱۳۔ چھینک یا جمائی آئے تو منہ ڈھانک لو۔

۱۴۔ حاضرین سے ہنستے بولتے رہو۔

۱۵۔ چار زانو تکبر سے نہ بیٹھو۔

۱۶۔ بے ضرورت لب سڑک نہ بیٹھو۔ اور کسی ضرورت سے بیٹھو تو نامحرم کو نہ دیکھو۔ کسی چلنے والے کو تکلیف نہ دو۔ نصیحت کی بات لوگوں کو بتلاو۔ راہ گیروں کی اعانت کرو اور مظلوم کی مدد کرو۔ یہ تم پر راستہ کے حقوق ہیں۔

۱۷۔ کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں نہ بیٹھو۔

دسویں فصل

استراحت سے متعلق آداب

۱۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر اس طرح نہ لیٹو کہ ستر کھلے۔

۲۔ وضو کر کے سویا کرو۔

۳۔ سونے سے پہلے آیت الکرسی اور معوذتین پڑھ لیا کرو۔

۴۔ اگر وحشت ناک خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھتکار کر تین بار اعوذ پڑھو اور کروٹ بدل ڈالو۔

۵۔ برا خواب عام لوگوں سے ذکر نہ کرو۔

۶۔ خواب کی تعبیر لو تو عالم و عاقل سے لو۔

۷۔ ایسی چھت پر نہ سوو جس پر آڑ نہ ہو۔

۸۔ اوندھے نہ سوو۔

گیارھویں فصل

حقوق العباد سے متعلق آداب

۱۔ ماں باپ یا آقا کو نہ ستاو۔ نہ ایسا کام کرو کہ کوئی ان کو ستائے یا برا کہے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ ان کی اطاعت و خدمت کو اپنا فرض سمجھو۔

۲۔ اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہ کرو۔

۳۔ اگر ماں باپ کا انتقال ہو جائے تو ان کے واسطے دعاء و استغفار کرتے رہو

Marfat.com

Marfat.com

اور ان کے ملنے والوں سے حسن سلوک سے پیش آو۔ -----اگر وہ ناراض بھی مریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو تم سے راضی کر دے گا۔

۴۔ جمعہ کو ان کی قبر پر جایا کرو۔

۵۔ عزیزوں اور رشتہ داروں سے سلوک کرتے رہو اگرچہ وہ تم سے بری طرح پیش آئیں۔ اس میں دہرا ثواب ہے۔

۶۔ بڑے بھائی اور چچا کا حق مثل باپ کے اور خالہ وغیرہ کا حق مثل ماں کے سمجھو۔

۷۔ قطع رحمی یا عزیزوں سے لین دین، گفتگو وغیرہ ترک نہ کرو۔ گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن اگر ان سے اللہ اور رسول کی جناب میں گستاخی ہوئی ہے تو اللہ کے واسطے قطع رحمی جائز ہے۔

۸۔ خاوند کی نافرمانی نہ کرو۔ حرام ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر انسان کو غیر خدا کے آگے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ خاوند کو سجدہ کرے----- عورتوں کو خاوندوں کی فرماں برداری کا خاص خیال رکھنا چاہیئے اور ان کو بھی عورتوں کی دلداری میں کسر اٹھانہ رکھنی چاہیئے----- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کھاو پہنو تو اسے بھی کھلاو، پہناو۔ اس کے منہ پر نہ مارو اور نہ بدکلامی سے پیش آو اور نہ علیحدہ سوو۔ حضرت فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مردوں پر عورتوں کے چار حقوق ہیں----- پردے میں رکھے۔ دین کے احکام ضرور یہ سکھائے۔ حلال کی کمائی کھلائے۔ ظلم نہ کرے اور اس کی بے جا باتوں کو برداشت کرے۔ غرض حسن سلوک سے رہے۔

۹۔ جس جس کا تم پر حق ہے اس کو ادا کرو خواہ جانوروں کے حقوق کیوں نہ ہوں ورنہ خدا کے حضور میں جواب دینا ہوگا ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں وہ ہماری پرورش سے ہاتھ نہ اٹھالے سب بھگتی جائے گی مگر اس کا بھگتنا ممکن نہیں۔

۱۰۔ ہمسایہ کو ہرگز ہرگز ایذا نہ دو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایذا کو اپنی ایذا فرمایا ہے۔ پس ہمسایوں کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے کہیں غفلت سے نامراد نہ ہو جاؤ۔

۱۱۔ اولاد کو علم دین سکھاؤ۔ ان کا تم پر حق ہے ورنہ تم سے سوال ہوگا۔

۱۲۔ ایسی صفت پیدا کرو کہ اگر کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو تمہیں قرار نہ آئے۔

۱۳۔ جس طرح ممکن ہو لوگوں کی حاجت روائی کرو۔ نہایت ثواب ہے۔

۱۴۔ مسلمان اسی وقت ہوسکتے ہو جب ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

۱۵۔ جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو کہ اس میں اخوت اسلامی کی ایک شان ہے۔

۱۶۔ مجلس میں اس طرح سرگوشی نہ کرو کہ حاضرین میں سے کسی کو خیال ہو کہ اس کی برائی کر رہے ہو۔

۱۷۔ بڑوں کی تعظیم کرو اور چھوٹوں سے شفقت مہربانی کے ساتھ پیش آو۔ اگر ایسا نہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اپنے سے جدا فرمایا۔

۱۸۔ ہر شخص کے رتبے کے موافق اس سے معاملہ کرو۔

۱۹۔ قوم کے سردار کے تعظیم کرو۔

۲۰۔ کسی مسلمان سے تین روز سے زیادہ رنجش نہ رکھو۔ ملاقات میں تم پہل کرو گے تو اس میں بڑا ثواب ہے۔

۲۱۔ اگر کوئی قصور معاف کر دے تو تم بھی اس کا قصور معاف کر دو۔

۲۲۔ افراط و تفریط سے بچو۔ میانہ روی اختیار کرو۔

۲۳۔ خرچ میں کفایت شعاری مد نظر رکھو۔

۲۴۔ لوگوں سے کہا سنا۔ لیا دیا۔ معاف کرالو ورنہ قیامت میں بڑی مصیبت ہوگی۔

بارھویں فصل

آداب متفرقہ

۱۔ بغیر ضرورت کتا نہ پالو. رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

۲۔ عموماً نماز ترک نہ کرو. بڑا گناہ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو قید کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳۔ مسواک سنت موکدہ ہے. ترک نہ کرو۔

۴۔ بے عذر روزہ نہ رکھنا بڑا گناہ ہے۔

۵۔ غنی ہوتے ہوئے قربانی. زکوہ اور حج وغیرہ نہ کرنا بڑا گناہ ہے۔

۶۔ اپنے معاملات شریعت کے مطابق رکھو۔

۷۔ اپنی یا کسی عزیز سے منگنی کرنے کے لئے کسی کی بات نہ چھٹاو۔

۸۔ قرآن کے کسی جز کو یاد کر کے نہ بھلاو بڑا گناہ ہے۔

۹۔ بے نماز عورت کو نماز کے لئے سخت تنبیہ کرو ورنہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوگے۔

۱۰۔ جس کاغذ پر اللہ اور رسول کا نام لکھا ہوا ہو اس کا ادب کرو. پڑیہ وغیرہ کے لئے استعمال نہ کرو۔

۱۱۔ گناہ کے آلات اور تصاویر اپنے گھر میں نہ رکھو۔

۱۲۔ وحشی جانور نہ پالو۔

تیسرا باب

نصائح و نکات

۱۔ رذیلوں کو علم سکھانا جواہر کو کوڑے پر ڈالنا ہے۔

۲۔ دولت جتنی صرف کی جائے گی گھٹے گی، علم جتنا صرف کیا جائے گا بڑھے گا۔

۳۔ تین چیزیں بغیر تین چیزوں کے نہیں بڑھتیں۔۔۔ (۱) علم بے بحث، (۲) مال بے تجارت اور (۳) ملک بے سیاست۔

۴۔ تعلیم کا زمانہ لڑکپن ہے۔

۵۔ کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا دل میں نور حکمت پیدا کرتا ہے۔

۶۔ برا انسان، نیک لوگوں کی تعریف سے اچھا نہیں ہوتا اور نیک انسان برے لوگوں کی مذمت سے برا نہیں ہوتا۔

۷۔ دل خدا کا گھر ہے، کسی کا دل دکھانا بڑا گناہ ہے۔

۸۔ دانا کو چاہیئے کہ خود کو ناداں سمجھے۔

۹۔ بلا میں صبر اور فراغت میں شکر کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ اپنے کام خدا کو سونپنا بہتر ہے۔

۱۱۔ دوسرے کے عیوب پر نظر نہ ڈالو بلکہ اپنے عیوب پر نگاہ رکھو۔

۱۲۔ دوستوں کے ساتھ تو مہربانی کرنی چاہیئے ہی، دشمنوں کے ساتھ بھی رعایت و مدارات سے پیش آؤ۔

۱۳۔ کسی کی عزت کے درپے نہ ہو، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

۱۴۔ کسی کے واسطے برائی چاہنا گویا اپنے لئے برائی چاہنا ہے۔

۱۵۔ اگر تم سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے تو اس کے بدلہ لینے سے بے خوف نہ رہو اگرچہ وہ تکلیف معمولی سی کیوں نہ ہو۔

۱۶۔ حقوق اللہ کو نگاہ میں رکھو، خدا تمہارے حقوق پر نظر رکھے گا۔

۱۷۔ درویشی یہ ہے کہ کسی سے طمع نہ کرے۔ کوئی دے تو انکار نہ کرے اور لے تو جمع نہ کرے۔

۱۸۔ ہر بات جو اللہ کے ذکر سے خالی ہو لغو ہے۔ ہر خموشی جو فکر سے خالی ہو سہو ہے اور ہر نظر جو عبرت سے خالی ہو لہو ہے۔

۱۹۔ وہ شخص بدبخت ہے جو علم نہ پڑھے یا علم پڑھے تو عمل نہ کرے یا عمل کرے تو ریا سے کرے اور نیکوں کی صحبت میں رہے تو نصیحت قبول نہ کرے۔

۲۰۔ رنج و غم کو ہیچ سمجھو کہ ان کو ثبات نہیں۔

۲۱۔ اچھا وہ ہے جو عبادت الٰہی اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے میں آگے رہے اور کسی سے بدسلوکی نہ کرے۔

۲۲۔ عقلمند وہ ہے جو خدا سے غافل نہ ہو۔ موت کو نزدیک جانے۔ اس نیکی کو جو کسی کے ساتھ کی ہو اور اس برائی کو جو کسی نے اس کے ساتھ کی ہو۔ بھول جائے۔

۲۳۔ مرد وہ ہے جو بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرے۔ جو علیحدہ ہو اس سے ملے اور جو ناامید ہو اس پر احسان کرے۔

۲۴۔ انسان کا دل توحید کے واسطے۔ زبان شہادت کے لئے اور باقی اعضاء عبادت کے لئے ہیں۔

۲۵۔ خدا فاسق کو دشمن رکھتا ہے لیکن بڈھے فاسق کا بہت دشمن ہے----- بخیل کو دشمن رکھتا ہے مگر مالدار بخیل کا زیادہ دشمن ہے----- متکبر کو دشمن رکھتا ہے مگر درویش متکبر کا زیادہ دشمن ہے----- نیکوں سے محبت رکھتا ہے لیکن جو ان نیکوں سے زیادہ محبت کرتا ہے----- جواں مرد کو دوست رکھتا ہے لیکن جواں مرد فقیر زیادہ محبوب ہے----- تواضع کرنے والوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان تواضع کرنے والوں سے کمال انسیت ہے جو بڑے مرتبے والے ہیں۔

۲۶۔ کسی کی محبت و عداوت دیکھنی ہو تو اپنے قلب کو دیکھو۔

۲۷۔ جو دوست کہ دشمن سے مل جائے اس پر راز ظاہر نہ کرو۔

۲۸۔ دشمن سے بظاہر اچھی طرح ملو۔

۲۹۔ دشمن سے ایسا معاملہ نہ کرو کہ اگر وہ دوست ہو جائے تو شرمندگی اٹھانی پڑے۔

۳۰۔ غرض مند دوست سے بچتے رہو۔

۳۱۔ دوست---- جفا سے دشمن ہو جاتا ہے اور دشمن---- احسان سے دوست---- پس اگر دشمن کے ساتھ احسان نہ کر سکو تو دوست کے ساتھ تو جفا نہ کرو۔

۳۲۔ دوست کو دوستی سے پہلے آزما لو۔

۳۳۔ وہ شخص برا ہے جس کو لوگ دشمن رکھیں۔

۳۴۔ وہ شخص بڑا بے وقوف ہے جو لائق دوست کو کھو دے۔

۳۵۔ سچا دوست وہ ہے جو دوسروں پر تمہارا عیب ظاہر نہ کرے بلکہ ہنر ظاہر کرے---- اپنا احسان یاد نہ رکھے اور تمہارا احسان نہ بھولے---- تمہاری خطا نہ پکڑے بلکہ عذر قبول کرے۔

۳۶۔ انسان کی شجاعت کا اندازہ لڑائی میں ہوتا ہے---- بیوی بچوں کی وفا شعاری کا اندازہ تنگ دستی میں ہوتا ہے---- اور---- دوست کی دوستی کا اندازہ مفلسی میں۔

۳۷۔ دشمن کا جب کوئی حیلہ نہیں چلتا تو دوستی کے پیرایہ میں ڈنک مارتا ہے۔

۳۸۔ جن دوستوں کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے وہ بمنزلہ غذا کے ہیں اور جن کی کبھی کبھی احتیاج ہوتی ہے وہ بمنزلہ دوا کے ہیں۔

۳۹۔ تواضع سے دوستی بڑھتی ہے---- صبر سے مراد حاصل ہوتی ہے اور عدل سے شاہی نصیب ہوتی ہے۔

۴۰۔ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خاموشی سے سلامتی میں اور سخاوت سے بزرگی میں۔

۴۱۔ دین کی عافیت پرہیز گاری میں ہے۔ مال کی عافیت ادائے حقوق میں اور

جسم کی عافیت اعتدال کے ساتھ غذا استعمال کرنے اور جماع کرنے میں ہے۔

۴۲۔ بزرگی کی چار علامتیں ہیں---- (۱) علم کو دوست رکھنا۔ (۲) بدی کو نیکی سے دفع کرنا۔ (۳) غصہ پی جانا اور (۴) جواب باصواب دینا۔

۴۳۔ نادان کی چار علامتیں ہیں---- (۱) اپنے سے زیادہ عقل مند سے لڑنا۔ (۲) بغیر آزمائے ہوئے کسی پر اعتبار کرنا۔ (۳) عورتوں کے مکر سے بے خوف ہونا اور لڑکوں کی صحبت میں رہنا۔

۴۴۔ قابل کی تربیت کیجئے اور نالائق کی تربیت سے احتراز کیجئے۔

۴۵۔ خدا کی محبت جب پیدا ہوگی جب دنیا کی محبت دل سے نکلے گی۔

۴۶۔ عجیب بات ہے کہ دین کو دنیا سے اچھا سمجھیں اور پھر دین کے عوض دنیا خریدیں۔

۴۷۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بندے کے رزق کا ضامن ہے۔

۴۸۔ مردوں کا حسن---- اخلاق ہے۔ اور زیور---- علم۔

۴۹۔ (۱) لئیم وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو دے۔ (۲) بخیل وہ ہے جو خود کھائے دوسروں کو نہ دے---- (۳) سخی وہ ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی دے---- اور---- (۴) کریم وہ ہے جو خود نہ کھائے دوسروں کو دے۔

۵۰۔ ترقی مشکل سے ہوتی ہے اور تنزل آسانی سے۔

۵۱۔ اسراف وہ ہے جو خدا کی نافرمانی میں صرف کیا جائے۔

۵۲۔ چار باتیں زیادہ کرنا ہلاکت کا باعث ہیں---- (۱) جماع۔ (۲) شراب۔ (۳) جوا اور (۴) شکار۔

۵۳۔ عیب کو ڈھونڈھنا عیب داروں کا شیوہ ہے۔

۵۴۔ حاسد اور بدخو ہمیشہ رنجور رہتا ہے۔

۵۵۔ اگر ہزار دوست ہوئے تو کم جانو اور اگر ایک دشمن ہو تو بہت سمجھو۔

۵۶۔ دوست وہ ہیں جو ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

۵۷۔ عاقل وہ ہے جو مصیبت آنے سے پہلے اس کی فکر کر لے۔۔۔۔ نیم عاقل وہ ہے جو مصیبتوں سے گھبرا نہ جائے اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر کرے: اور ناداں وہ ہے جو بلاؤں سے گھبرا جائے اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر نہ کر سکے۔

۵۸۔ ناکامی پر افسوس کرنا نادانوں کا کام ہے۔

۵۹۔ یہ تین باتیں بہت عمدہ ہیں۔۔۔۔ (۱) دشمن کو دوست بنانا۔ (۲) ناداں کو دانا بنانا۔ (۳) بدوں کو نصیحت سے نیک بنانا۔۔۔۔ مگر یہ باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک خدا کی مشیت نہ ہو۔

۶۰۔ ہمیشہ اپنے دوست کے سامنے اظہار دوستی کرتے ہوئے جھکے رہنے میں نجات ہے۔

۶۱۔ اچھے کام بہت جلد کر لو۔

۶۲۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

۶۳۔ خدا سے دارین کی عافیت کے طلبگار رہو۔

۶۴۔ اپنی عمر تحصیل علم میں صرف کر دو کہ علم فقیر کو امیر کر دیتا ہے اور صراط مستقیم بھی اسی سے دکھائی دیتی ہے۔

۶۵۔ زندگی خوشی اور کم آزاری کے ساتھ بسر کرو۔

۶۶۔ جو آخرت میں کام نہ آئے وہ دنیا ہے۔

۶۷۔ والدین کی خوشنودی میں رضائے الٰہی مضمر ہے۔

۶۸۔ سب سے اچھی نیکی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے۔

۶۹۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بری بدی ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو بددعا دو اور زیر دستوں اور مجبوروں پر ظلم کرو۔

۷۰۔ سب سے اچھا کام نیکوں کی صحبت میں بیٹھ کر کچھ حاصل کرنا ہے۔

۷۱۔ اپنے کو سب سے بدتر سمجھو۔ کم آزاری حاصل ہو جائے گی۔

۷۲۔ نفس کو اس کی مخالفت کر کے مغلوب کرو۔

۷۳۔ معاملے سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔

۷۴۔ با ادب کو ہر ایک دوست رکھتا ہے۔

۷۵۔ سخاوت تمام عیوب چھپا دیتی ہے۔

۷۶۔ زندگانی سے اچھی نیک نامی ہے اور یہ نیکوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے---- اور موت سے بدتر بدنامی ہے اور یہ بدوں کی صحبت میں ملتی ہے۔

۷۷۔ سونے سے پہلے تمام اعمال کا محاسبہ کر لو۔

۷۸۔ فوری نفع پر مائل نہ ہو۔

۷۹۔ لڑائی جھگڑے میں ضرور نقصان ہے۔

۸۰۔ جو لوگ معاملے میں ٹھیک نہ ہوں ان کو اپنا شریک کار نہ بناو بلکہ قریب بھی نہ پھٹکنے دو۔

۸۱۔ عام لوگوں کے طعن و تشنیع سے ہمت نہ ہارو۔

۸۲۔ اپنے اچھے وقت اگر کسی کی مدد نہ کرو گے تو برے وقت کون تمہاری مدد کرے گا۔

۸۳۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔

۸۴۔ کسی کی چکنی چپڑی باتوں پر بے سوچے سمجھے اعتماد نہ کرو۔

۸۵۔ کسی کی اتفاقی خطا سے اس کے تمام عمر کے احسانات فراموش نہ کردو۔

۸۶۔ جب نوکر ضعیف ہو جائے تو اس کی پنشن مقرر کردو۔

۸۷۔ بعض اوقات نقصان دہ کاموں کو انسان اچھا سمجھتا ہے لیکن ہماری حقیقی بہتری کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

۸۸۔ دشمن کا مقابلہ کرنے سے پہلے اپنی اور اس کی قوت کو جانچ لو۔

۸۹۔ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی بے ادبی کی تو ایمان سے محروم ہو جاو گے۔

۹۰۔ جس نے گئے گزرے جھگڑوں کو دوبارہ کھڑا کیا گویا کہ اس نے خود فساد کا آغاز کیا۔

۹۱۔ دشمن کی ہلاکت سے خوش نہ ہو۔

۹۲۔ جو کہو اسی کے مطابق کرو۔

۹۳۔ سب سے اچھا ورثہ نیک نصیحت ہے۔

۹۴۔ صبر و استقلال سے اکثر کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔

۹۵۔ کوئی نادانی کا کام سرزد ہو جائے تو خود کو ملامت کرو۔

۹۶۔ اگر کوئی چیز نہ مل سکے تو خواہ مخواہ اس کو برا نہ سمجھو۔

۹۷۔ تھوڑی آفت سے بچ کر بڑی آفت میں نہ پھنسو۔

۹۸۔ عادت جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو اس کا تدارک مشکل ہو جاتا ہے۔

۹۹۔ دوسروں کی مصیبت پر نہ ہنسو۔

۱۰۰۔ اپنے نفع کے لئے دوسروں کا نقصان نہ چاہو۔

۱۰۱۔ خواہ مخواہ دوستوں کو دشمن نہ سمجھو۔

۱۰۲۔ ظالموں کے ساتھ احسان نہ کرو۔

۱۰۳۔ لڑائی جھگڑوں میں جب تک فریقین کی نہ سن لو. اچھا یا برا حکم نہ لگاؤ۔

۱۰۴۔ تعصب اور کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔

۱۰۵۔ حسن ظاہری پر فریفتہ نہ ہو۔

۱۰۶۔ گناہ کے چھپانے کے لئے ایک گناہ اور ہوتا ہے۔

۱۰۷۔ پہلے اپنی اصلاح کر لو. پھر دوسروں کو نصیحت کرو۔

۱۰۸۔ ایسے سے نہ لڑو جس سے لڑنے کی طاقت نہ ہو۔

۱۰۹۔ اتفاق عجب شئے ہے۔

۱۱۰۔ بچوں پر بے جا شفقت نہ کرو۔

۱۱۱۔ اپنے حوصلے سے زیادہ کام کرنے کی جرات نہ کرو۔

۱۱۲۔ خواص کے نزاع سے عوام کو نقصان پہنچتا ہے۔

۱۱۳۔ اپنے حواس ظاہری سے کام لینا اور عقل کو چھوڑ دینا. نادانی ہے۔

۱۱۴۔ جس کو دشمنوں کا خطرہ ہو ہمیشہ ہوشیار رہے۔

الحمد للہ کہ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس رسالے کو ختم کرایا۔ اب اس سے مخلوق کو نفع پہنچانا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

فالحمد للہ اولا و اخرا و ظاھرا و باطنا۔

تمت بالخیر

اللہ اکبر

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

اقبالؒ

کتبہٗ خورشید عالم گوہر قلم لاہور ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
۱۴۱۸ھ
۱۹۹۶ء
خطاطی خورشید گوہر قلم لاہور